سنہری جال

اشتیاق احمد

Book Corner
New Muslim Town Market,
LAHORE

انسپکٹر کامران مرزا، آفتاب

اور آصف کے کارنامے

سب کچھ کرے گا جاک

اشتیاق احمد

Dil Ka chor
UrduFanz.com

دو باتیں

"فریبی قاتل" کے اشتہار کو دیکھ کر جہاں کچھ لوگوں نے بغلیں بجائیں وہاں کچھ نے ناک بھوں بھی چڑھائی، مجھ پر گرجے برسے بھی کہ یہ کیا، اب آپ بڑوں کے لیے بھی لکھیں گے، کہیں مت تو نہیں ماری گئی ـــــ ہماری انسپکٹر جمشید اور کامران مرزا سیریز کا کیا ہوگا۔ بڑوں کے لیے تو اور بھی بہت مصنف لکھ رہے ہیں۔ بچوں کے لیے لے دے کے ہے بھی کون وغیرہ وغیرہ۔

مجھے آپ لوگوں کے نہ تو بغلیں بجانے پر اعتراض ہے، نہ ناک بھوں چڑھانے پر، بلکہ آپ تو مجھے آنکھیں بھی دکھا سکتے ہیں، اور کاٹ کھانے کو بھی دوڑ سکتے ہیں، آخر میرے قاری ٹھہرے۔ لیکن یہ سب کچھ کرنے سے پہلے یہ تو سُن لیں کہ بڑوں کے لیے سلسلہ شروع ہونے سے آپ کے دونوں محبوب سلسلوں کو کوئی فرق نہیں پڑیگا اور اگر میں نے کسی سٹیج پر محسوس کیا کہ فرق پڑنے لگا ہے تو فوری طور پر بڑوں کے ناولوں سے ہاتھ اٹھالوں گا۔

امید ہے اب ناک بھوں چڑھانے والے بھی بغلیں بجانے پر مجبور ہو گئے ہوں گے۔ بجائیے جناب!! شوق سے بجائیے۔

اشتیاق احمد

Dil Ka dor
Urdutanz.com

ترتیب

★ ـــــ نقلی زیورات
★ ـــــ مظلوم لڑکی
★ ـــــ جھڑپ ہو گئی
★ ـــــ دو فائر
★ ـــــ انسانی چٹنی
★ ـــــ فرحان بابر
★ ـــــ الٹا لٹکا دو
★ ـــــ بنیادی حیثیت

نقلی زیورات

آفتاب اور آصف سکول سے نکل کر سائیکلوں پر بیٹھے اور مزے مزے سے چلنے لگے۔ موسم گرما کی آمد آمد تھی ـــ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل تیر رہے تھے اور ہوا کی خنکی انہیں گدگدا رہی تھی۔

"یار اس موسم میں مجھے کچھ لوگ یاد آ رہے ہیں۔" ایسے میں آصف نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آفتاب نے اس کی بات جیسے سنی ہی نہیں۔ سامنے دیکھتے ہوئے پیڈل مارتا رہا۔

"کیا تمہارے کان کسی گائے نے گھاس سمجھ کر کھا لیے ہیں۔"

"لیکن کانوں کا گھاس سے کیا تعلق؟" آفتاب بولا۔

"افریقہ میں ایک گھاس بالکل کانوں کی شکل کی ہوتی ہے۔" آصف بولا۔

"لیکن ہمارے ہاں کی گائے کو کیا پتا کہ اس قسم کی

Dil Ka chor
UrduFanz.com

کوئی گھاس بھی ہوتی ہے۔" آفتاب نے اعتراض کیا اور آصف جھلا کر کہنے لگا۔

"میں کہہ یہ رہا تھا کہ مجھے کچھ لوگ یاد آ رہے ہیں۔"

"اچھا ..... ذرا سنوں تو ..... کون لوگ یاد آ رہے ہیں مگر نہیں، میں سمجھ گیا، تمہیں ضرور ابا جان یاد آ رہے ہیں تو بھئی اس میں فکرمند ہونے والی کیا بات ہے۔ تمہارے ابا جان کا خط آ تو چکا ہے، وہ اگلے ماہ تم سے ملنے کے لیے آ رہے ہیں، پھر بھلا انہیں یاد کر کے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" آفتاب کہتا چلا گیا۔

"تمہاری بات شیطان کی آنت جتنی لمبی ہو جاتی ہے اول تو میں بالکل بھی پریشان نہیں، دوسرے اس وقت مجھے ابا جان نہیں کچھ اور لوگ یاد آ رہے ہیں۔"

"ہاں! کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے" آفتاب نے سوچ میں گم اکھڑے اکھڑے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب ..... کیسا ہوتا ہے کبھی کبھی؟" آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کہ کچھ اور لوگ یاد آنے لگتے ہیں، یار یہ کچھ اور لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں، انہیں یاد آنے کے سوا کام ہی کوئی نہیں ہوتا۔" آفتاب نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا تمہارا۔" آصف تیز آواز میں بولا۔

"جب میں چل رہا ہوں تو دماغ کی کیا مجال کہ نہ چلے۔"

"عجیب احمق ہو۔ دوسرے کو اپنی بات بیان کرنے نہیں دیتے اور خود ہی اس کی نامکمل بات کا مطلب نکالتے چلے جاتے ہو۔"

"یہ کام بھی کسی کسی کو آتا ہے" آفتاب مسکرایا۔

"اچھا خاموش رہو۔ اب میں گھر پہنچنے تک تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔" آصف نے تنگ آ کر ہار مان لی۔

"تو گھر جا کر بھی بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں کوئی مرا جا رہا ہوں تم سے بات کیے بغیر" آفتاب نے بھی لاپروائی سے کہا۔

"میں کہہ چکا ہوں، اب کوئی بات نہیں کروں گا۔" آصف نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"اور میں سن چکا ہوں کہ تم نے یہ کہا ہے۔"

"اب تم سے کون مغز مارے۔"

"تم ..... اور بھلا کون مارے گا، یہاں میرے ساتھ اور کون ہے؟" آفتاب نے فوراً کہا۔

"یار تم تو دماغ کھا جاتے ہو۔"

"اچھا چلو، نہیں کھاتا، بتاؤ کون یاد آ رہا ہے تمہیں؟"

Dil Ka chor
UrduFanz.com

"محمود، فاروق، فرزانہ اور انکل انسپکٹر جمشید..... ان سے ملاقات اب خواب محسوس ہوتی ہے.... یوں لگتا ہے جیسے مدتوں پہلے ہم ان سے ملے تھے، یا پھر جیسے انہیں خواب میں دیکھا تھا۔" آصف نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تم نے دیکھا ہوگا خواب میں، میں تو ان سے حقیقت میں ملا تھا۔"

"کتنے دن گزر گئے، اب پھر ان سے ملنے کو جی چاہتا ہے وہ لوگ کتنے عجیب ہیں۔"

"ہاں! عجیب ضرور ہیں، لیکن غریب نہیں" آفتاب بولا۔

"کیا خیال ہے۔ ان سے ملاقات کا پروگرام نہ بنایا جائے چھٹیاں بھی تو آ رہی ہیں گرمیوں کی۔" آصف نے تجویز پیش کی۔

"پروگرام بنانے کا کیا ہے، وہ تو ہم بنا سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ابا جان کو کون منائے گا۔ سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے۔"

"ہاں! یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں۔ خیر ان سے میں خود بات کر لوں گا، تمہاری بات تو وہ مانیں گے نہیں۔" آصف شریر انداز میں مسکرایا۔

"کیا کہا..... میری بات نہیں مانیں گے..... معلوم ہوتا ہے تم کچھ بھول رہے ہو، ان کا بیٹا میں ہوں، تم ان کے

دوست کے بیٹے ہو" آفتاب نے چونک کر کہا۔

"اسی لیے تو کہتا ہوں کہ وہ تمہاری بات نہیں مانیں گے..."

"کیوں! کیا تمہارے خیال میں میں ان کا نافرمان بیٹا ہوں، نالائق بیٹا ہوں، سکول کا کام وقت پر نہیں کرتا یا کوئی اور بدتمیزی دکھاتا ہوں"

"ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں"

"ارے تو آخر وہ بات کن باتوں میں سے ہے۔" آفتاب جھلا اٹھا۔

"بات صرف یہ ہے کہ وہ تمہاری نسبت مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں"۔ آصف شوخ لہجے میں بولا۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا اور بولا۔

"ہاں بھئی! یہ تو میں نے اکثر محسوس کیا ہے، شاید اس لیے کہ تم اپنے والد سے دور رہتے ہو۔" آفتاب نے سرد آہ بھری۔

"اوہ گاڈ! مجھے ان غنڈوں سے بچا۔"

آفتاب نے آصف کو بری طرح گھورا اور چند سیکنڈ تک گھورتے رہنے کے بعد بولا۔

"تم کن غنڈوں سے بچنے کی دعا مانگ رہے ہو اور یہ تم نے زنانہ آواز میں بولنا کب سے شروع کر دیا"

آصف نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ

Dil Ka chor
UrduFanz.com

تو پیچھے دیکھ رہا تھا۔ ان سے کچھ پیچھے ایک لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی چلی آ رہی تھی اور اس کے پیچھے دو غنڈہ ٹائپ نوجوان تیز تیز چلے آ رہے تھے، وہ چونکہ سائیکلوں پر تھے، اس لیے ان سے آگے نکل آئے تھے اور یہ جملہ لڑکی کے منہ سے اس وقت نکلا تھا جب وہ اس کے پاس سے گزرے تھے۔

○

انسپکٹر کامران مرزا اپنے ایک دوست کے گھر موجود تھے۔ دوست کا نام بیدار بخت تھا۔ وہ شہر کا بہت بڑا رئیس تھا۔ بہت صحت مند اور سرخ رنگ کا آدمی تھا اور ہر سال اپنے تمام دوستوں کو دعوت دیا کرتا تھا۔ پارٹی زور شور سے جاری تھی۔ بیدار بخت کی بیگم جمال آرا بیگم نے سونے اور ہیروں کے زیورات پہن رکھے تھے، اس کا لباس بھی بھڑکیلا تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا اس وقت بیدار بخت کے بالکل قریب تھے۔ جب ایک شخص نے بیدار بخت کے قریب آ کر کہا۔

"یار بیدار ..... میں تمہیں اتنا کنجوس نہیں سمجھتا تھا۔"

"کنجوس اور میں ..... کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو اپنی زندگی میں کبھی کنجوسی کی ہی نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے کہ میں اسے گن بھی نہیں سکتا پھر بھلا میں کنجوسی کس لیے کروں گا۔"

"لیکن میں ثابت کر سکتا ہوں کہ تم نے کنجوسی سے کام لیا ہے۔"

"دیکھو جبار بیگ! تم میرے بہترین دوست ہو، ایسی بات نہ کہو جس سے مجھے غصہ آئے"۔ بیدار بخت نے واقعی غصے میں آ کر کہا۔

"اگر تم میری بات کا برا مان رہے ہو تو میں کچھ نہیں کہتا۔ دوست ہونے کے ناطے میں نے یہ بات کہی تھی" جبار بیگ بولا۔

"اچھا چلو، میں برا نہیں مانتا، ثابت کرو کہ میں نے کسی معاملے میں کنجوسی کی ہے، تم دیکھ رہے ہو، پارٹی کے انتظامات میں میں نے کس قدر شاہانہ اخراجات کیے ہیں"

"یہ باتیں ٹھیک ہیں، میں مانتا ہوں، تم ہر سال اس پارٹی پر لاکھوں روپے خرچ کرتے ہو اور کسی معاملے میں کنجوسی نہیں کرتے بلکہ دریا دلی سے کام لیتے ہو، لیکن سوال یہ ہے کہ تم نے بھابی جان کے لیے نقلی زیورات کیوں خریدے"؟ یہ کہتے ہی جبار بیگ کے چہرے پر ایسے آثار

Dil Ka chor
UrduFanz.com

ابھرے جیسے اس نے یہ بات کہہ کر کوئی بڑی غلطی کی ہو۔

" نقلی زیورات ... یہ کیا کہہ رہے ہو' ابھی چھ ماہ پہلے ہی میں نے بیگم کو ساڑھے پانچ لاکھ روپے کا سیٹ خرید کر دیا ہے اور یہ سیٹ میں نے شہر کی سب سے مشہور دکان اعظم جیولرز سے خریدا ہے، کیا تمہارے خیال میں اعظم جیولرز والے نقلی زیورات فروخت کرتے ہیں"۔

" مجھے ہیروں کی بہت پہچان ہے، سونے کو بھی میں ایک نظر دیکھ کر جان لیتا ہوں کہ اصلی ہے یا نقلی ... میں یہ نہیں کہتا کہ اعظم جیولرز والوں نے تمہیں نقلی دے دیئے ہیں۔ لیکن یہ زیورات ضرور نقلی ہیں" جبار بیگ نے پریقین لہجے میں کہا۔

" اگر اعظم جیولرز نے مجھے نقلی زیورات نہیں دیے تو پھر یہ زیورات کس طرح نقلی ہو سکتے ہیں بھلا"۔ بیدار بخت نے برا سا منہ بنایا۔

" اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی ماہر کو بلوا کر زیورات دکھا لیے جائیں اور پھر اعظم جیولرز کے مالک کو بھی بلا لیا جائے"

" میرا خیال ہے۔ مسٹر جبار بیگ کا مشورہ بالکل درست ہے، تمہیں پارٹی ختم ہونے کے بعد یہ کام ضرور کرنا چاہیے" انسپکٹر کامران مرزا نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

" اگر تم بھی یہی کہتے ہو تو میں ایسا ضرور کروں گا"

جب تمام مہمان رخصت ہو گئے اور انسپکٹر کامران مرزا بھی چلنے لگے تو بیدار بخت نے کہا:

" میرا خیال ہے، تم تھوڑی دیر اور ٹھہر جاؤ یہ زیورات والا معاملہ صاف ہو جائے"

" اچھی بات ہے" انہوں نے کہا۔

جبار بیگ بھی رک گیا تھا۔ بیدار بخت نے پہلے ایک اور جوہری کو فون کیا۔ وہ فوراً پہنچ گیا۔ زیورات کو دیکھتے ہی اس نے کہا:

" یہ تو بالکل نقلی ہیں۔ چند سو روپے سے زیادہ ان کی قیمت نہیں"۔

بیدار بخت دھک سے رہ گیا۔ اس نے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے اعظم جیولرز کے مالک کو فون کیا۔ اس کا نام فرحان بابر تھا' بیدار بخت اس کا بہت بڑا گاہک تھا' اس لیے دوڑا آیا۔ بیدار بخت نے زیورات اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا:

" یہ زیورات دیکھیے، چھ ماہ پہلے آپ کی دکان سے خریدے تھے"

فرحان بابر نے زیورات دیکھے اور فوراً کہا:

Dil Ka Chor
UrduFanz.com

"یہ وہ زیورات ہرگز نہیں ہیں، جو آپ نے ہماری دکان سے خریدے تھے، یہ تو بالکل نقلی ہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے خود جاکر یہ خریدے تھے اور لاکر اپنے سیف میں رکھ دیے تھے۔ بیگم نے چھ ماہ کے دوران انہیں صرف تین چار مرتبہ پہنا ہے۔ پھر یہ نقلی کس طرح ہو گئے۔"

"یہ میں نہیں جانتا، لیکن یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ زیورات وہ نہیں ہیں۔"

"یہ تو آپ بہت عجیب بات کہہ رہے ہیں۔ کامران مرزا.... تمہارا اس معاملے میں کیا خیال ہے؟"

"معاملہ بہت الجھا ہوا لگتا ہے۔ تفتیش کرنا ہوگی۔ میں کل یہاں آؤں گا پھر دیکھوں گا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ویسے فرحان صاحب.... آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ کی دکان پر نقلی زیورات فروخت نہیں ہوتے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اس کا یہ ثبوت ہے کہ آج تک کسی گاہک نے یہ شکایت نہیں کی۔" فرحان بابر نے مسکرا کر کہا

"ہو سکتا ہے، انہیں کوئی جبار بیگ قسم کا آدمی نہ ملا ہو"

"تو پھر اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ہمارے

خریداروں کے نام اور پتے نوٹ کرلیں۔ ان کے زیورات چیک کرالیں۔"

"ہاں! میں ایسا ضرور کروں گا، کیونکہ اصل زیورات کا نقلی زیورات میں تبدیل ہو جانا سمجھ میں آجانے والی بات نہیں" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں ہر طرح تیار ہوں، کیونکہ اس میں ہماری دکان کی بھی بدنامی ہے"

"ٹھیک ہے۔ میں صبح آپ کی دکان پر آؤں گا" انہوں نے کہا۔

جبار بیگ اور فرحان بابر کے جانے کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"گھر میں ملازم کتنے ہیں۔"

"صرف ایک، اس کا نام رحمان بابا ہے، بہت پرانا ملازم ہے۔"

"بچوں، بھابی اور ملازم کے علاوہ گھر میں اور تو کوئی عزیز یا رشتے دار نہیں رہتا؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں!" اس نے جواب دیا۔

"خیر! میں دیکھوں گا، اس سلسلے میں گڑبڑ کہاں ہوئی ہے۔ فی الحال مجھے وہ تجوری دکھا دو جس میں زیورات

Dil Ka cher
IqduFanz.com

رکھے جاتے ہیں"

بیدار بخت انہیں لے کر اپنے کمرے میں آیا، یہاں الماری نما تجوری دیوار میں نصب تھی۔ انسپکٹر کامران مرزا نے آگے بڑھ کر اس کا جائزہ لیا۔ نالے کے سوراخ کو بغور دیکھنے کے بعد وہ ایک دم سیدھے ہو گئے اور بولے۔

"ایک چاقو کی ضرورت ہے" ان کے لہجے میں جوش تھا کیوں کہ انہیں سوراخ پر موم کے ذرات نظر آئے تھے۔

بیدار بخت چونک اٹھا۔ جلدی سے ملازم کو آواز دی۔۔۔۔۔ وہ اندر داخل ہوا، پھر جونہی انسپکٹر کامران مرزا کی نظر اس پر پڑی۔ وہ زور سے چونکے۔

"رحمان بابا۔ چاقو لاؤ" بیدار بخت نے کہا

"اب چاقو کی ضرورت نہیں رہی۔ میں نے چور پکڑ لیا ہے۔"

ان کا جملہ سن کر رحمان بابا نے گھبرا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا مطلب؟" بیدار بخت نے بوکھلا کر کہا۔

"رحمان بابا ہی تمہارے زیورات کا چور ہے۔"

مظلوم لڑکی

"ارے! تو کیا یہ جملہ اس لڑکی نے کہا تھا جو پیچھے رہ گئی ہے" آفتاب نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! اسی نے کہا تھا اور اس کا جملہ سننے کے بعد ہم پر یہ فرض عائد ہو گیا ہے کہ اس کی مدد کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ اترو نیچے" آفتاب نے کہا اور سائیکل سے اتر پڑا۔ آصف نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اتنے میں لڑکی ان کے پاس سے تیز تیز قدم اٹھاتی گزر گئی۔ وہ چوبیس پچیس سال کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف تھا، اور بدن میں کپکپی، وہ کھڑے اسے آگے جاتے ہوئے دیکھتے ۔۔۔۔۔ رہے۔ وہ کوئی بیس قدم آگے چلی گئی، تو دونوں غنڈے بھی ان کے پاس سے گزر گئے۔

"یہ ضرور اس کا پیچھا کر رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں؟"

"اس سوال کا جواب یہ یا وہ لڑکی نہایت آسانی سے

Dil Ka chor
UrduFanz.com

دے سکتی ہے، لہذا ہمیں اس کا جواب سوچ کر اپنا دماغ تھکانے کی ضرورت نہیں" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"جواب معقول ہے، تو پھر آؤ، ہم بھی ان کے پیچھے چلتے ہیں، ذرا دیکھیں تو سہی، یہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں"

دونوں پیدل ہی چل پڑے، یہاں تک کہ ان کے گھر کی طرف جانے والی سڑک بھی پیچھے رہ گئی، ظاہر ہے، اب وہ اس سڑک پر کس طرح مڑ سکتے تھے اور پھر انہیں حیرت ہونے لگی، کیونکہ لڑکی ادھر ادھر مڑنے کی بجائے سیدھی ہی چلی جا رہی تھی اور غنڈے بھی بدستور اس کے پیچھے چل رہے تھے..... اچانک لڑکی بھاگنے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ تینوں بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

"آصف! سائیکل پر چڑھ جاؤ" یہ کہہ کر آفتاب خود بھی سائیکل پر سوار ہو گیا اور تیزی سے پیڈل مارنے لگا۔

"یہ اس نے یکا یک دوڑنا کیوں شروع کر دیا۔"

"خود کو بچانے کے لیے، تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے"

"تو پہلے کیوں نہ دوڑ پڑی؟"

"اس کی عقل ماری گئی ہوگی، ایسے موقعوں پر عقل ماری ہی جایا کرتی ہے" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوب! لیکن مشکل یہ ہے کہ اب یہ غیر آباد علاقے تک پہنچ گئی ہے، کیا اس کا گھر اس طرف ہے اگر یہی بات ہے تو پھر اس کا ارادہ یہ ہے کہ بھاگ کر اپنے گھر میں گھس جائے اور دروازے اندر سے بند کر لے، لیکن وہ اس ارادے میں مشکل ہی کامیاب ہو سکتی ہے، کیونکہ اس کی نسبت غنڈوں کی رفتار زیادہ ہے"

"ہوں! شاید اس لیے وہ پہلے سے نہیں بھاگ رہی تھی، بلکہ اس کوشش میں تھی کہ درمیانی فاصلہ زیادہ ہو جائے۔"

اچانک وہ دونوں لڑکی تک پہنچ گئے، ایک نے جھپٹ کر اسے بازو سے پکڑ لینا چاہا، لیکن اس نے ایک چھلانگ لگائی اور واپس دوڑ پڑی۔ غنڈے بھی فوراً مڑے اور ان کی نظریں آفتاب اور آصف سے ٹکرائیں جو سائیکلوں پر چلے آ رہے تھے۔

"خدا کے لیے مجھے ان سے بچاؤ..... لیکن نہیں تم بھلا کس طرح بچا سکتے ہو، تم تو ان کے مقابلے میں چھوٹے ہو۔ اچھا یوں کرو کہ مجھے سائیکل پر بٹھا کر بھاگ چلو۔"

"کیا چکر ہے؟" آفتاب نے سائیکل سے اترتے ہوئے کہا۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

"یہ لوگ میرے دشمن ہیں ..... یہ ایک لمبی کہانی ہے اس وقت کس طرح سنا سکتی ہوں۔"

"ٹھہرو! ہم ان سے بات کرتے ہیں۔ شاید یہ اپنے ارادے سے باز آجائیں۔"

"اس طرح ہم بچ کر نہیں جاسکیں گے"

یہ کہہ کر آفتاب نے ادھر ادھر دیکھا، آس پاس کوئی نہیں تھا، مکانات دور دور تھے۔ اگر لڑکی چیخ چلا کر کسی کو اپنی مدد کے لیے بلاتی تو اس صورت میں شاید کسی گھر سے کوئی باہر نکل آتا۔ لیکن غنڈوں کے مقابلے میں وہ کچھ کر پاتا یا نہیں، اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اتنے میں غنڈے ان کے پاس آ گئے۔

"ہیلو! کیا معاملہ ہے؟"

"اپنا راستہ ناپو، یہ ہمارا اور اس کا معاملہ ہے۔"

"پھر بھی کچھ معلوم تو ہو۔" آصف بولا۔

"اس کے باپ نے ہم سے پانچ ہزار روپے قرض لیا تھا، وہ قرض ادا کیے بغیر مر گیا، اب ہم اپنے پانچ ہزار اس لڑکی کو بیچ کر پورے کریں گے"

"کیا بات کرتے ہو، کیا لڑکیاں بھی کہیں بکتی ہیں .... ارے بھائی یہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہیں"

"تم ابھی بچے ہو، تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے، اپنا راستہ ناپو"

"چلو یونہی سہی، ہم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے ..... تو کیا ہوا، کم از کم اتنا تو سمجھ سکتے ہیں کہ تم اس لڑکی کے باپ کی غلطی یا مجبوری کی سزا اس بے گناہ لڑکی کو دے رہے ہو اور یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے، تم ایسا کرو کہ ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن تک چلو، وہاں تم لوگوں کا اور اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔"

"کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا، کبھی آئینے میں اپنی شکل صورت اور قدوقامت بھی دیکھا ہے۔"

"ہمارے گھر میں ایک بہت بڑا آئینہ لگا ہوا ہے، اس میں روز ہی دیکھتے ہیں" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اگر تم نے ہمارے راستے میں آنے کی کوشش کی تو پچھتاؤ گے۔"

"راستے میں تو پھر ہم آ گئے" آصف نے کہا ساتھ ہی آفتاب سے بولا۔

"آفتاب ..... سائیکل سنبھال لو" یہ کہہ کر وہ جھکا اور بجلی کی طرح تیزی سے سائیکل دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر چکر کاٹنے لگا، سائیکل اس کے ساتھ ساتھ چکرانے لگی۔ وہ ان کیطرف بڑھا،

Dil Ka chor
UrduFanz.com

تینوں اس عجیب ہتھیار کو دیکھ کر گھبرا گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ آصف کچھ اس قدر تیزی سے گھوم رہا تھا کہ وہ ہاتھوں کے ذریعے سائیکل کو روکنے کی کوشش بھی نہ کر سکے، وہ ڈرے کہ کہیں سائیکل ان کے سر پر نہ لگ جائے اتنے دیر میں آفتاب نے بھی سائیکل اٹھالی۔ وہ دوسری طرف سے ان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس طرح غنڈے ان دونوں کے درمیان آ گئے اور بوکھلا اٹھے، اچانک وہ ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگتے ہوئے سائیکلوں کے دائرے میں سے نکلے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر آفتاب نے ایک قہقہہ لگایا۔

"بھاگ گئے بزدل کہیں کے" آصف نے سائیکل نیچے ٹکاتے ہوئے کہا۔

"چلو بہن! تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئیں"۔

"گھر سے ہی تو ان سے بچنے کے لیے بھاگی تھی، ورنہ یہ تو مجھے گھر کے اندر سے اٹھا لے جاتے" لڑکی نے کہا۔

"وہ لوگوں کے سامنے ایسا کس طرح کر سکتے تھے، کیا انہیں کوئی نہ روکتا"

"وہ مجھے بوری میں بند کر کے لے جا سکتے تھے..... بوری میں ادھر ادھر دوسری چیزیں ڈالی جا سکتی تھیں، تاکہ

کسی کے پوچھنے یا ہاتھ لگا کر دیکھنے پر وہ کہہ سکیں کہ بوری میں برتن وغیرہ ہیں" لڑکی نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے۔ تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہو"

"ہاں! میرا یہی مطلب ہے..... باپ کے مرنے کے بعد میں اس دنیا میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں"

"تمہارا گزارا کس طرح ہوتا ہے"؟ آصف نے پوچھا۔

"میں ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہوں"

"خیر! اب اگر تم اپنے گھر میں خطرہ محسوس کرتی ہو تو پھر تمہیں کہاں پہنچائیں"

"میں ادارے کے مالک کی پناہ لے سکتی ہوں۔ وہ میرے لیے ایک محفوظ سی جگہ کا بندوبست کر سکتا ہے، کیونکہ وہ میرے کام سے بہت خوش ہے، لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ چند دنوں کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا ہے"

"میں سمجھ گیا۔ تمہیں چند دنوں کے لیے پناہ کی ضرورت ہے"

"ہاں! یہی بات ہے"

"تو پھر اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ تم ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلو" آفتاب نے کہا۔

Ilm Ka chor
IqbalFanz.com

"تم دونوں نے بہت عجیب طریقے سے میری مدد کی ہے، میں نے سائیکلوں کو بطور ہتھیار کسی کو استعمال کرتے کبھی نہیں دیکھا۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں، لیکن اب تمہیں اور زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتی ..... اس لیے تم دونوں اپنے گھر جاؤ۔ میرا خدا مالک ہے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں ان حالات میں یہاں چھوڑ جائیں ..... چلو ہمارے ساتھ۔" آصف نے اسے کلائی سے پکڑ لیا اور شہر کی طرف گھسیٹنے لگا۔ آفتاب نے اسے دوسرے بازو سے پکڑ لیا ..... ایک ایک ہاتھ سے انہوں نے اپنی اپنی سائیکل سنبھال لی۔ لڑکی ان کے ساتھ اس طرح گھسٹنے لگی جیسے اس کا دل نہ چاہ رہا ہو یا ان کے ساتھ جانے سے گھبرا رہی ہو۔

"اچھا ٹھہرو! تم یوں کرو کہ میں تم میں سے ایک کی سائیکل پر بیٹھ جاتی ہوں" آخر اس نے تنگ آکر کہا۔

"یہ ہوئی نا بات۔" آصف نے کہا اور رک کر اسے پیچھے بٹھا لیا۔

اس وقت انہوں نے اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔ انہوں نے جلدی سے مڑ کر دیکھا۔ دونوں غنڈے دوڑے آ رہے تھے۔

"آصف بھاگو۔" آفتاب چلایا۔

"کیوں نہ ان کا مقابلہ کیا جائے۔ اس مرتبہ ہم انہیں بھاگنے نہیں دیں گے۔"

"بھئی اس وقت تو چلو یہ ساتھ نہ ہوتیں تو ہم انہیں دیکھ لیتے" آفتاب نے کہا۔ آصف نے بھی یہی مناسب سمجھا اور تیزی سے پیڈل مارنے لگا۔

دونوں تیز سائیکل چلانے میں کافی ماہر تھے، اس لیے انہوں نے غنڈوں کو نزدیک نہیں پہنچنے دیا۔ شہری حدود تک پہنچتے ہی غنڈوں نے دوڑنا بند کر دیا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگے۔ اس طرح ان کا درمیانی فاصلہ بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ابھی تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ ایک ٹیکسی ان کے پاس سے گزرتی چلی گئی۔

"ارے!" آصف چونکا۔

"کیا ہوا؟" آفتاب نے پوچھا۔

"اس ٹیکسی میں وہی دونوں تھے۔"

"اوہ! یہ لوگ اس طرح پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ان کا بندوبست کرنا ہی ہوگا"

اور پھر وہ اپنے گھر والی سڑک پر مڑ گئے۔ لڑکی

Dil Ka dor
UrduFanz.com

سائیکل پر بیٹھی شرما رہی تھی، لیکن اس وقت وہ اس کے لیے کسی سواری کا انتظام بھی تو نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ غنڈے بدستور پیچھے گئے ہوئے تھے۔ آخر وہ گھر کے سامنے سائیکلوں سے اتر پڑے اور اندر داخل ہو گئے کیونکہ گھر کا دروازہ انہیں کھلا ملا تھا۔

دوسرا لمحہ انہیں چونکا گیا۔ گھر کے صحن میں ایک لمبا چوڑا آدمی کھڑا تھا۔ بیگم کامران مرزا کا کہیں پتا نہ تھا، پھر جونہی لڑکی کی نظر اس لمبے چوڑے آدمی پر پڑی اس کا رنگ اڑ گیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

"بہت خوب! میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ دونوں تمہیں یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لہذا میں تمہارے استقبال کے لیے پہلے ہی یہاں آ گیا ہوں۔"

○

"یہ غلط ہے، میں نے ان کے زیورات نہیں چرائے۔ اگر چرائے ہوتے تو ان کی جگہ نقلی زیورات میں کیسے رکھ سکتا ہوں"۔ رحمان بابا نے چلا کر کہا۔

"کیا یہ درست نہیں کہ تم مشہور نقب زن چراغ شاہ ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"یہ ٹھیک ہے ..... لیکن ...."

"کیا ..... رحمان بابا تم اور نقب زن"۔ بیدار بخت نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کبھی تھا جناب! عرصہ ہوا، میں اس بُرے کام سے توبہ کر چکا ہوں ..... یہ تو انسپکٹر کامران مرزا کی تیز نظریں ہیں جنہوں نے مجھے پہچان لیا ہے، ورنہ اب تو مجھے پہچانا جانا بھی بہت مشکل ہے۔"

تم ایک عرصے سے غائب ہو۔ پولیس تمہاری تلاش میں ناکام ہو چکی ہے۔ ابھی تک تم پر کئی چوریوں کے الزامات ہیں، اور ان کے سلسلے میں تم کئی سال کے لئے جیل جا سکتے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"آپ شوق سے پولیس کو فون کر دیں، میں اپنے جرموں کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ تقدیر اگر میری توبہ کے بعد بھی مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں، تاہم مجھ پر آج جن چوریوں کا الزام ہے۔ توبہ کرنے کے بعد میں نے ان چوریوں کا مال ان کے مالکوں کو واپس لوٹا دیا تھا۔"

"اگر یہ سچ ہے تو میں تمہیں پولیس کے حوالے ہرگز نہیں کروں گا، لیکن تم نے مال واپس کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا تھا" انسپکٹر کامران مرزا نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

Pil Ka chor
UrduFanz.com

"رات کے وقت مال رومال میں باندھ کر اس میں ایک رقعہ لکھ کر گھروں کے اندر پھینک آیا تھا' وہ ضرور یہ بیان دیں گے"

"ٹھیک ہے' میں چیک کر لوں گا' بیدار بخت صاحب کے زیورات کے بارے میں کیا کہتے ہو"۔

"میں اس سلسلے میں بالکل بے خبر ہوں' یوں بھی میں اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے گیا ہوا تھا' تقریباً ایک ماہ بعد آیا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم یہ زیورات کب خریدے گئے اور کب تبدیل ہوئے"

"اس کی یہ بات ٹھیک ہے کہ یہ ایک ماہ کی چھٹی کاٹ کر آیا ہے' لیکن زیورات آج سے چھ ماہ پہلے خرید سے گئے تھے' کیا خبر بیٹی کے پاس جانے سے پہلے ہی یہ زیورات پر ہاتھ صاف کر چکا ہو"۔ بیدار بخت نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں مالک ..... یہ غلط ہے ..... میں نے ان زیورات کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اور پھر میں صرف ایک نقب زن ہوں' تجوریاں کھولنے کا ماہر نہیں' عام تالے کھول لیتا ہوں"

"واقعی! یہ بات تو ہے' میری تجوری ایک جرمن ماہر کی تیار کی ہوئی ہے ..... اس کا دعویٰ ہے کہ اسے کوئی اس کی اصل چابی کے بغیر نہیں کھول سکتا" بیدار بخت نے کہا۔

"لیکن اس کا بھی تو امکان ہے کہ اس نے کسی طرح تجوری کی چابی حاصل کر لی ہو' تم چابی کہاں رکھتے ہو" انہوں نے پوچھا۔

"یہ عام طور پر میری الماری کے ایک خانے میں رہتی ہے اور اس کے بارے میں میں نے صرف بیگم صاحبہ کو بتا رکھا ہے"

"ہو سکتا ہے' چراغ شاہ نے کہیں آپ کو یا بھابی کو چابی نکالتے یا رکھتے دیکھ لیا ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہوں! یہ ہو سکتا ہے"

"خدا کی قسم میں نے زیورات نہیں چرائے' اور پھر یہ بھی سوچیے کہ اگر میں نے زیورات چرائے تھے تو ان کی جگہ بالکل اسی شکل صورت کے زیورات کہاں سے لا کر رکھ دیے"۔

"اوہ!" انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔ چراغ شاہ کی اس بات میں میں وزن تھا۔ اچانک ان کا ذہن اعظم جیولرز کی طرف گھوم گیا.... انہوں نے سوچا..... تو کیا اس واردات میں اعظم جیولرز کے کسی کارکن کا یا خود اس کا ہاتھ ہے۔ اس کا زبردست امکان تھا۔ آخر انہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جب تک یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ زیورات کی چوری میں تمہارا ہاتھ ہے' پولیس کا ہاتھ تم تک نہیں پہنچے گا بشرطیکہ تم نے لوگوں کی نقدی اور زیورات واقعی واپس کر دیے ہوں گے"

Pdf Ka chary
UrduFanz.com

"بہت بہت شکریہ جناب!" رحمان بابا عرف چراغ شاہ نے خوش ہو کر کہا۔

"اور اگر اس دوران تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو یہ تمہارے مجرم ہونے کا ثبوت ہوگا۔ میں تمہیں ہر حال میں ڈھونڈ لوں گا۔"

"ٹھیک ہے"

"تو کیا میں اسے بدستور گھر کا ملازم رکھوں۔"

"یار! ابھی اسے ملازمت سے نکالنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی" یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا اٹھ کھڑے ہوئے۔ بیدار بخت کی کوٹھی سے نکل کر انہوں نے ایک پبلک فون جو گھر سے اپنے اسسٹنٹ اقبال خان کو فون کیا اور بولے۔

"ہیلو اقبال خان..... بیدار بخت کے ملازم رحمان بابا کی نگرانی پر دو آدمی مقرر کردو، نگرانی چوبیس گھنٹے جاری رہے گی۔ تھانہ گلاب چند کے ریکارڈ سے یہ معلوم کرو کہ چراغ شاہ نقب زن نے کہاں کہاں نقب لگائی تھی اور پھر ان پتوں پر جاکر تحقیقات کرو کہ آیا ان کے زیورات اور نقدی وغیرہ واپس مل گئے تھے یا نہیں۔"

"جی بہتر!" اقبال خان نے کہا۔

ریسیور رکھ کر وہ باہر گئے اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ آج وہ بہت لیٹ ہو گئے تھے۔ اس وقت رات

Dil Ka chor
UrduFanz.com

کے گیارہ بج رہے تھے۔ جب وہ گھر کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے دیکھا، دروازے کا بلب بجھا ہوا تھا اور تاریکی کا فائدہ اٹھا کر ایک شخص سیاہ کپڑوں میں ملبوس کوٹھی کے دائیں طرف لگے پانی کے پائپ کے ذریعے چھت کی طرف چڑھ رہا تھا۔

جھڑپ ہوگئی

"سوال یہ ہے کہ تم ہو کون، اور ہماری امی کہاں ہیں" آفتاب نے لمبے چوڑے آدمی کو گھورتے ہوئے کہا۔ فکر کے مارے اس کا برا حال تھا۔

"میں جب یہاں آیا تو بیرونی دروازہ بند تھا، چنانچہ پانی کے پائپ کے ذریعے چھت پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، اس وقت سے میں نے یہاں کسی کو نہیں دیکھا، شاید تمہاری امی خوفزدہ ہوکر کسی کمرے میں چھپ گئی ہیں، کیونکہ بیرونی دروازہ بند ہونے کا مطلب تو یہی ہے کہ وہ اندر موجود تھیں، یہاں آنے کے بعد میں نے بیرونی دروازہ بھی اندر سے کھول دیا تھا تاکہ تم فوراً اندر چلے آؤ" اس نے بتایا۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو"۔

"ہاں! واقعی یہ تو میں بھول ہی گیا، خیر تو میں شنکارا ہوں"۔

"شنکارا! یہ کیا نام ہوا؟" آفتاب نے حیران ہوکر کہا۔

"مجھے اپنے لیے یہی نام پسند آیا تھا" اس نے کہا۔

"اچھا! تم چاہتے کیا ہو"

"میں شالی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں"

"شالی..... کون شالی" آصف نے چونک کر کہا۔

"تم جس لڑکی کو اپنے ساتھ لائے ہو، اس کا نام شالی ہے۔ وہ غنڈے میں نے اس کے پیچھے لگائے تھے، جب میں نے دیکھا کہ تم بھی ان کے تعاقب میں چل نکلے ہو تو میں سمجھ گیا کہ تم ان سے بچا کر اسے یہاں لے آؤ گے، میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ گھر انسپکٹر کامران مرزا کا ہے۔"

"تم یہ جانتے تھے اور پھر بھی اندر داخل ہوتے ہوئے نہیں ڈرے"

"ڈر..... یہ کس چڑیا کا نام ہے، ہاں البتہ انسپکٹر کامران مرزا کو مجھ سے ضرور ڈرنا چاہیے" اس نے مسکرا کر کہا۔ انہوں نے دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ بھی بہت خوفناک تھی۔

"اوہو! اتنے خوفناک ہو تم، لیکن سوال یہ ہے کہ شالی کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہو۔ صرف پانچ ہزار روپے کے لیے!" آصف بولا۔

"پانچ ہزار روپے کے لیے..... یہ تم سے کس نے کہہ دیا" شنکارا چونکا۔

"تمہارے ان غنڈوں نے" آصف نے کہا۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

"شاید انہوں نے تمہیں کوئی فرضی کہانی سنائی ہے.... بہر حال ایسی کوئی بات نہیں، اس لڑکی کی ہمارے نزدیک بڑی اہمیت ہے۔"

"کیوں شالی! یہ کیا چکر ہے" اب آفتاب لڑکی کی طرف پلٹا، کیونکہ وہ یہ دیکھ چکا تھا کہ شنکارے کو دیکھتے ہی اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

"وہ کہانی فرضی نہیں تھی۔ میرے والد کو دراصل اسی شخص کے پیسے دینے تھے، وہ مر گیا تو یہ میرے پیچھے پڑ گئے۔ یہ لوگ مجھے اغوا کر کے فروخت کر دینا چاہتے ہیں" شالی نے جلدی جلدی کہا۔

"کیوں مسٹر سنگھاڑا کیا یہ سچ ہے؟" آفتاب اس کی طرف مڑا۔

"سنگھاڑا نہیں شنکارا!" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"خیر میں مانے لیتا ہوں، تم سنگھاڑا نہیں ہو ہاں تو شالی کا بیان درست ہے یا غلط"

"بالکل غلط" اس نے تنک کر کہا۔

"تو پھر صحیح کیا ہے" آصف نے پوچھا۔

"صرف یہ کہ میں اسے اٹھا کر لے جا رہا ہوں، تم مجھے روک نہیں سکو گے"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے لڑکی کی طرف جھپٹا، جھکا اور

اسے کسی کھلونے کی مانند اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ شالی بری طرح مچلتے ہوئے بولی۔

"نہیں ..... نہیں .... مجھے بچاؤ.... یہ درندہ ہے، مجھے مار ڈالے گا۔"

آصف اور آفتاب غصے میں بھر گئے۔ دونوں نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا، پھر ان کے چہرے چمک اٹھے۔ آفتاب کی امی دو عدد ہاکیاں ہاتھوں میں اٹھائے سامنے والے کمرے سے نکل کر ان کی طرف آ رہی تھیں۔ شنکارا کا چہرہ اس وقت دروازے کی طرف ہو چکا تھا، اس لیے وہ انہیں نہ دیکھ سکا۔ دونوں نے آناً فاناً ایک ایک ہاکی پکڑ لی۔ انہیں ہاتھوں پر تولا۔ آصف نے ہاکی شنکارا کے بائیں گھٹنے پر پوری قوت سے ماری اور آفتاب نے سر کا نشانہ لیا۔

دونوں ہاکیاں نشانے پر لگیں اور ٹوٹ گئیں۔ یہ لمحہ آفتاب اور آصف کو بوکھلا دینے کے لیے کافی تھا۔ شنکارے نے ایک بلند قہقہہ لگایا، پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"اب ان ٹوٹی ہوئی ہاکیوں کو اپنے سر پر دے مارو۔"

آفتاب اور آصف کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ یہ شخص تو شاید لوہے کا بنا ہوا تھا۔ شالی خود کو چھڑانے کے لیے ابھی تک ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ آخر ان سے رہا نہ گیا، دونوں نے دروازے

Dil Ka Chor
UrduFanz.com

کی طرف چھلانگیں لگا دیں اور شنکارے کے سامنے آ گئے۔

"کچھ بھی ہو ہم تمہیں شالی کو آسانی سے نہیں لے جانے دیں گے۔"

اچانک شنکارے کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور شالی سمیت دھڑام سے گرا۔ شالی فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی، لیکن شنکارا نہ اٹھ سکا۔ وہ بالکل بے ہوش ہو گیا تھا۔ وہ حیران تھے کہ شنکارے کو کیا ہوا۔ انہوں نے شالی کو غور سے دیکھا۔ پھر آصف نے پوچھا

"شالی! تم نے کیا کیا تھا۔"

"مم..... میں نے..... میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا"

"پھر یہ بے ہوش کس طرح ہو گیا۔"

"مجھے نہیں معلوم..... ویسے یہ اتنی آسانی سے بے ہوش ہونے والا نہیں۔"

"تم نے جو کہانی بیان کی ہے، کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں!" شالی بولی۔

"لیکن صرف پانچ ہزار روپے کے لیے یہ لوگ اتنا لمبا چکر کیوں چلانے لگے۔"

پانچ ہزار کے لئے نہیں، مجھے تو یہ ایک، لاکھ تک بھی فروخت کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے، انسانوں کی خرید و فروخت

کے بارے میں انہوں نے پہلی مرتبہ سنا تھا۔

"عجیب بات ہے۔ آخر یہ بے ہوش کس طرح ہو گیا۔ جب کہ ہاکیاں اس کے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں۔"

"اسے میں نے بے ہوش کیا ہے اور اب یہ آدھ گھنٹے تک ہوش میں نہیں آئے گا۔" زینے کی طرف سے انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی اور ان کے چہرے چمک اٹھے، وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہے تھے۔

"لیکن آپ چھت پر کس طرح پہنچ گئے"

"شنکارا کو میں نے پائپ کے راستے دیکھ لیا تھا، بس میں نے بھی اس راستے سے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ بیگم نے بھی شاید چھت پر قدموں کی آہٹ سن لی تھی، اس لیے یہ کمرے میں نصب الماری کے خفیہ خانے میں چھپ گئیں اور جب اس نے کمرے کو دیکھ بھال لیا اور باہر نکل گیا تو یہ بھی نکل آئیں لیکن موقعے کا انتظار کرتی رہیں، ادھر میں چھت پر لیٹا نیچے دیکھ رہا تھا، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ شخص چاہتا کیا ہے۔ پھر تم دونوں اس لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ معلوم ہوا سارا چکر اس لڑکی کا ہے، شالی! اب تم بتاؤ، تم کون ہو اور تمہارا اس شخص سے کیا تعلق ہے"

Dil Ka chor
UrduFanz.com

"میں بتا چکی ہوں۔ یہ میرے باپ کا قرض مجھے بیچ کر وصول کرنا چاہتے ہیں" شالی نے فوراً کہا۔

"اگر بات صرف اتنی سی ہے تو میں نہیں قرض ادا کر دوں گا۔ اس صورت میں تم ہر طرح آزاد ہو گی، تم کرتی کیا ہو"

"میں ایک پرائیویٹ ادارے میں کام کرتی ہوں۔ یہ ادارہ پرانی چیزوں کی خرید و فروخت کرتا ہے" اس نے بتایا۔

"اور اس ادارے کا نام کیا ہے، مالک کون ہے"

"ادارے کا نام راتھر اینڈ کو ہے، مالک کا نام راتھر ہے، میں ان کے ہاں ٹائپسٹ ہوں"

"بہت خوب! تم بے فکر رہو، صبح تم ڈیوٹی پر جاؤ گی، ان لوگوں سے خود نپٹ لوں گا"

"میں آپ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں"

"کسی سے بھی نہیں، اگرچہ میں جانتا ہوں، آپ کی صرف ایک زبان ہے" آفتاب بول پڑا۔

"آپ لوگ بہت حیرت انگیز ہیں، میں نے اتنے دلیر لوگ آج تک نہیں دیکھے" بولتے ہوئے شالی کی آواز بھرا گئی۔

"لیکن انکل! آپ نے اسے بے ہوش کس طرح کر دیا"

"جب تمہاری ہاکیاں ٹوٹ گئیں اور یہ مس شالی کو لے کر نکلنے لگا تو اس وقت کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، چنانچہ میں

نے ایک بے آواز فائر کر دیا، لیکن پستول سے جو گولی نکلی، وہ اسے صرف بے ہوش کر سکتی تھی۔ جان سے مارنے کی بھلا مجھے کیا ضرورت تھی"

"یہ بے ہوش کرنے والی گولیاں کب سے بننے لگیں" آصف نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بہت دنوں سے، عام چیز ہیں، یہ انسانی جسم سے ٹکرا کر بجلی کی طرح جھٹکا پہنچاتی ہیں، آدمی چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتا ہے"

"بھئی واہ! ایسا تو ایک ایک پستول ہمیں بھی دلوا دیجیے گا" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا پستول سے نکلنے والی گولی آدمی کو زخمی کر دیتی ہے"۔ آصف نے اس کی بات پر توجہ دیے بغیر کہا۔

"نہیں! دراصل اس میں سے ایک باریک سی سوئی نکلتی ہے بعد میں اسے نکال لیا جاتا ہے۔ اس کا اوپر والا سرا جلد سے اوپر رہ جاتا ہے"

"حیرت ہے، آپ نے ایسے کسی پستول کا ذکر پہلے نہیں کیا"

"اگر کر دیتا تو تم اسی وقت ایک ایک پستول کی فرمائش داغ دیتے، جیسا کہ اب داغ چکے ہو" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"پستول تو اب آپ کو دلوانے ہی ہوں گے"

Dil Ka ch... IqbalFanz.com

"خیر! دیکھا جائے گا" انہوں نے کہا اور شالی کی طرف مڑے "اب ہم شنکارا کو ایک کمرے میں بند کر دیتے ہیں، تم ایک الگ کمرے میں آرام کرو، صبح اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا"

"جی بہت بہتر!" شالی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

دوسری صبح انہیں شالی کو خود جگانا پڑا ورنہ وہ تو شاید گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ اس کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے اقبال خان کو فون کیا۔ ابھی وہ ناشتے کی میز پر پہنچے ہی تھے کہ اقبال خان آگیا۔ انہوں نے اسے شنکارا کے بارے میں بتایا.. .... شاید اقبال خاں کے لیے بھی یہ نام نیا تھا' اس نے حیرت سے بھنویں اچکائیں۔

"میں نے بھی اس کا نام پہلی مرتبہ سنا ہے اور دیکھا بھی پہلی مرتبہ ہے۔ تاہم جسم کا بہت مضبوط جان پڑتا ہے' لکڑی کی ہاکیاں اس کے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی تھیں' اس لیے احتیاط کی ضرورت ہے۔ حوالات میں بھی اس کی سخت نگرانی کرائی جائے۔"

"جی بہتر"۔ اقبال خان نے کہا اور اپنے ماتحتوں کو لے کر اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں شنکارے کو قید کیا گیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس کا منہ حیرت سے کھل گیا' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"لیکن جناب! یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

انسپکٹر کامران مرزا دوڑ کر کمرے میں پہنچے، شنکارے کو جن رسیوں سے باندھا گیا تھا' وہ کٹی پڑی تھیں۔

"رسیاں کاٹنے میں اس کی ضرور کسی نے مدد کی ہے اور یہ کام ان غنڈوں میں سے کسی کا ہے جو شالی کا پیچھا کر رہے تھے" انسپکٹر کامران مرزا نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔ "وہ ضرور پائپ کے راستے آئے ہوں گے۔"

"اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے"

"خیر کوئی بات نہیں' اقبال خاں! تم شنکارے کا حلیہ نوٹ کر لو' اس کی ادھر ادھر تلاش کراؤ .... .. اور ہاں چراغ شاہ کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ بیدار بخت کے گھر سے نکلا ہی نہیں۔"

"چراغ شاہ کون" آصف چونکا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے مختصر طور پر انہیں بیدار بخت کی پارٹی میں جو کچھ ہوا تھا کہہ سنایا۔ اقبال خان کے جانے کے بعد آفتاب اور آصف تو سکول کے لیے روانہ ہو گئے اور انسپکٹر کامران مرزا شالی کو لے کر اس کے ادارے کی طرف چل پڑے۔ دو کمروں کے ایک دفتر کے دروازے پر انہیں راٹھر اینڈ کو لکھا

Pk Ka chor
PakFanz.com

نظر آیا۔ شالی ان کی جیپ سے اترتے ہوئے بولی۔

"آپ مسٹر راٹھر سے نہیں ملیے گا؟ بہت اچھے آدمی ہیں"

"پھر کبھی سہی۔ ہاں اگر کوئی پریشانی ہو تو اپنے گھر جانے کی بجائے ہمارے ہاں ہی چلی آنا' اسے اپنا گھر سمجھنا"

"بہت بہت شکریہ انکل"۔ شالی نے خوش ہو کر کہا۔

"بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ ابھی تمہارا اپنے گھر جانا مناسب نہیں جب تک شنکارا اور اس کے ساتھی گرفتار نہیں ہو جاتے' ہمارے پاس ہی رہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں تم وہاں ایک لمحے کے لیے بھی بور نہیں ہو گی۔ آصف اور آفتاب کی شوخیاں تمہیں بھائیں گی۔"

"جی بہتر! میں ایسا ہی کروں گی' شام کو آپ کے ہاں پہنچ جاؤں گی" شالی نے کہا۔

"نہیں! تم خود نہ آنا' میں خود تمہیں آکر لے جاؤں گا۔ تم چھٹی کس وقت کرتی ہو"

"پانچ بجے۔"

"ٹھیک ہے' میں پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت ایک آدمی دفتر کے اندر سے نکل کر پہلے سے باہر کھڑی کار کی طرف بڑھا' اس کی نظریں شالی سے ٹکرائیں۔ تو بول پڑا۔

"ہیلو شالی ....کیا حال ہے' یہ کون صاحب ہیں"

"مسٹر راٹھر... یہ میرے محسن ہیں' انہوں نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے.... اور جناب یہ ہیں اس ادارے کے مالک مسٹر راٹھر۔" شالی نے تعارف کرایا۔

اب انسپکٹر کامران مرزا کو جیپ سے اترنا پڑا۔ راٹھر سے ہاتھ ملاتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"مجھے کامران مرزا کہتے ہیں۔"

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" اس نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ یہ ایک انگریز تھا۔

"سنا ہے۔ آپ پرانی چیزوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں"

"جی ہاں!" اس نے مختصر جواب دیا۔

"لیکن اس مختصر سے دفتر میں بھلا کیا چیزیں ہو سکتی ہیں۔"

"ہمارا شوروم یہاں نہیں ہے۔"

"اوہ اچھا! یہ بات ہے۔ اچھا تو شالی۔ اب میں چلتا ہوں امید ہے کہ ٹھیک پانچ بجے یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا آپ کا شالی کے ساتھ کوئی پروگرام ہے" راٹھر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جی نہیں! ساری بات تفصیل سے آپ کو شالی سے معلوم ہو جائے گی"

PAKsociety.com
UrduFanz.com

یہ کہہ کر انہوں نے جیپ آگے بڑھا دی۔ دفتر پہنچے تو اقبال خان نے زبانی رپورٹ پیش کی۔

"رحمان بابا تمام وقت بیدار بخت صاحب کی کوٹھی میں موجود رہا۔ اعظم جیولرز کی دکان میں موجود تمام زیورات بھی چیک گئے ان میں کوئی نقلی زیور نہیں ملا۔ شنکارا اور اس کے ساتھیوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا"

"تب پھر بیدار بخت کے زیور نقلی کیوں ہیں" انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر پوچھا۔ لیکن اقبال خان کیا جواب دیتا، اس سوال کا جواب تو خود ان کے پاس بھی نہیں تھا۔

دو فائر

اقبال خان نے ایک کام کے بارے میں نہیں بتایا تھا اس کا خیال انہیں بعد میں آیا۔ انہوں نے دوبارہ اسے بلایا اور پوچھا:

"رحمان بابا نے جو نام اور پتے بتائے تھے، کیا ان جگہوں سے یہ معلوم نہیں کیا گیا کہ پراسرار طریقے پر ان کا مال واپس کر دیا گیا تھا"

"جی ہاں! یہ کام بھی کر لیا گیا ہے۔ ان تمام نے یہی بیان دیا ہے کہ ان کے گھر میں نقب لگائی گئی تھی اور پھر کافی عرصہ بعد مال واپس مل گیا تھا۔ مال واپس اسی طرح ملا، جس طرح رحمان بابا نے بتایا"

"اس کا مطلب ہے، رحمان بابا واقعی توبہ کر چکا ہے۔"

"لیکن سر! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ساڑھے پانچ لاکھ روپے کے زیورات نے اس کا ایمان خراب کر دیا ہو"

"ہاں! ہم اس کا بھی جائزہ لیں گے، تمہارے آدمیوں کو

Dil Ka chor
HinduFanz.com

چاہیے، اس کی نگرانی جاری رکھیں، وہ جہاں بھی جائے، اس کا پیچھا ضرور کریں۔"

"بہت بہتر سر!"

"راتھر اینڈ کو کا دفتر شاہین روڈ پر ہے، اس دفتر میں ایک لڑکی شالی کام کرتی ہے، کچھ لوگ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اس دفتر کے سامنے بھی دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دو کہیں وہ اس لڑکی کو نقصان نہ پہنچا دیں۔"

"جی اچھا!"

پانچ بجے وہ راتھر اینڈ کو پہنچے۔ شالی ایک میز پر بیٹھی ٹائپ کر رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"میرا کام ختم ہو گیا ہے بس چند لفظ رہتے ہیں، ویسے راتھر صاحب نے بھی یہ پیش کش کی ہے کہ میں ان کے ہاں رہوں جب تک یہ خطرہ نہیں ٹل جاتا۔"

"اگر میں یہ سمجھتا کہ راتھر صاحب تمہاری حفاظت کر سکیں گے تو کبھی اعتراض نہ کرتا، لیکن میرے خیال میں وہ شنکارا اور اس کے آدمیوں سے نہیں نپٹ سکیں گے، لہٰذا تمہیں میرے ساتھ ہی چلنا چاہیے" انہوں نے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، میں آپ کے ساتھ چلوں گی" یہ کہتے ہوئے

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں یہ کاغذات راتھر صاحب کو دے آؤں" یہ کہا اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا کمرے پر ادھر ادھر نظر ڈالنے لگا۔ کمرہ صاف ستھرا اور نفاست سے ترتیب دیا ہوا تھا۔ میز پر ٹائپ رائٹر کے ساتھ ایک گھڑی رکھی تھی۔ گھڑی بہت قیمتی تھی۔ انہوں نے اسے اٹھا کر دیکھا اور حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ یہ گھڑی شالی کے پاس کہاں سے آئی، کیونکہ ایک ایسے باپ کی بیٹی جسے دوسروں کے پانچ ہزار روپے دینے تھے کس طرح یہ گھڑی خرید سکتی ہے۔ ابھی وہ یہ سوچ رہے تھے کہ شالی آ گئی۔

"شالی یہ گھڑی تمہاری ہے؟"

"جی ہاں!" اس نے فوراً کہا۔

"یہ تمہیں کہاں سے ملی؟"

"مسٹر راتھر نے تحفے میں دی تھی۔"

"اوہ! میں بھی کہوں اتنی قیمتی گھڑی تم نے کس طرح خرید لی۔"

"یہ انہوں نے اپنی ایک سالگرہ کے دن مجھے تحفے میں دی تھی، کسی نے یہ ان کو بیوی کے لیے دی تھی، اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ مسٹر راتھر غیر شادی شدہ ہیں، چنانچہ یہ مسٹر راتھر کے لیے بے کار تھی، انہوں نے مجھے دے دی۔"

Dil Ka Chor
UrduFanz.com

"بہت خوب! کیا اب تم چلنے کے لیے تیار ہو۔"

"جی ہاں!" اس نے کہا اور ان کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گئی۔

انسپکٹر کامران مرزا دیکھ چکے تھے کہ اقبال خان کے ماتحت وہاں موجود تھے۔ شالی کے ان کے ساتھ چلے جانے کے بعد ان کا کام صبح تک کے لیے ختم ہو گیا تھا، اس لیے وہ جانے کے لیے مڑ گیا۔ اسے مڑتے دیکھ کر کافی فاصلے پر کھڑی ایک کار حرکت میں آئی اور انسپکٹر کامران مرزا کی جیپ کے پیچھے لگ گئی۔ فوراً ہی انہیں تعاقب کا احساس ہو گیا۔

"شالی! ہوشیار رہنا، ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔"

"اوہ!" اس نے بوکھلا کر کہا "یہ کیسا چکر چل گیا ہے؟"

"تمہارے والد کا انتقال کب ہوا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"ابھی پندرہ بیس دن پہلے" وہ بولی۔

"مکان کرائے کا ہے؟"

"جی ہاں!"

"تو پھر تم نے وہ مکان چھوڑ کیوں نہیں دیا"

"چھوڑنے کے بارے میں سوچا تھا، لیکن یہ لوگ تو والد صاحب کی وفات کے دوسرے دن سے ہی پیچھے لگ گئے تھے" اس نے بتایا۔

"خیر! مکان میں تمہاری کچھ ضروری چیزیں تو موجود نہیں"

"کپڑوں کے کچھ جوڑے اور گھریلو سامان کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"بس تو پھر تمہیں واپس وہاں جانے کی ضرورت نہیں، فی الحال تم میرے پاس رہو، جب یہ لوگ گرفتار ہو جائیں گے اور ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ تو میں تمہارے لیے کسی جگہ کا بندوبست کر دوں گا۔ یا ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو تو اور بھی اچھی بات ہے"

"خیر! دیکھا جائے گا" اس نے کہا اور پچھلا منظر دکھانے والے آئینے پر نظریں جما دیں۔ سرمئی رنگ کی کار بدستور ان کے پیچھے آ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے، اس میں ضرور وہی لوگ ہیں"

"فکر نہ کرو، میں انہیں دیکھ لوں گا ..... لیکن میرے لیے یہ حیرت کی بات ہے، کہ صرف پانچ ہزار روپے کے لیے اتنا لمبا چوڑا چکر چلایا جا رہا ہے۔"

"پانچ ہزار کے لئے نہیں، ایک لاکھ روپے کے لیے، یہ لوگ مجھے ایک لاکھ روپے میں فروخت کرنا چاہتے ہیں، سودا طے ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کا دراصل کاروبار ہی یہی ہے۔"

"یہ شنکارا کیا بلا ہے؟"

"اس گروہ کا سردار یہی ہے، کم بخت طاقت ور اتنا ہے کہ لوگوں کو دو فٹ ہاتھوں پر اٹھا کر کھلونوں کی طرح اچھال دیتا ہے" شالی نے کہا۔

UrduFanz.com

"تمہیں کیسے معلوم؟" انسپکٹر کامران مرزا بولا۔

"مم .... میں ...." شالی ہکلائی۔

"کیا ہوا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا۔

"میرے خیال میں اب مجھے اصل بات بتانا ہی پڑے گی۔"

"اصل بات کیا مطلب ..... کیا تم اب تک غلط بات بتاتی رہی ہو" انسپکٹر کامران مرزا حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! یہی سمجھ لیں، لیکن اب میں آپ جیسے مہربان آدمی سے جھوٹ بولنا گناہ خیال کر رہی ہوں۔ اس لیے چاہتی ہوں کہ اصل بات بتا دوں" اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار طاری ہو گئے۔

عین اس وقت سرمئی کار کی رفتار حد درجے تیز ہو گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا شالی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے، اس لیے بروقت رفتار نہ بڑھا سکے، چنانچہ سرمئی کار بجلی کی سی تیزی سے ان کے پاس سے گزر گئی۔ ساتھ ہی دو فائر ہوئے۔ ایک گولی ان کی جیپ کا ٹائر پھاڑ گئی اور دوسری ان کی جیپ کی چھت سے رگڑ کھاتی ہوئی نکل گئی جیپ لنگڑانے لگی۔ انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اسے بریک لگایا، اب جو انہوں نے شالی کی طرف دیکھا، وہ بے ہوش چکی تھی شاید اس کا سر اگلے حصے سے جا ٹکرایا تھا، انہوں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ سرمئی کار میں صرف ایک آدمی تھا۔

لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ انہوں نے جیپ کو سڑک

سے نیچے اتار دیا، شالی کو باہر نکالا اور کندھے پر لاد لیا۔ اسی وقت ایک ٹیکسی ادھر سے گذری، انہوں نے اسے روکا اور اس میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

گھر کا دروازہ انہیں کھلا ملا۔ انہوں نے دیکھا، وہاں ان کا دوست بیدار بخت آفتاب اور آصف کے ساتھ موجود تھا۔ وہ شالی کو ان کے کندھے پر لدے دیکھ کر بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"کیا ہوا ابا جان!" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔ اس کی آواز سن کر شہناز بیگم بھی دوڑی آئیں۔

"کچھ نہیں! ایک کار سے ہم پر فائر کیا گیا تھا، خیال ہے کہ اس میں شنکارا موجود تھا۔"

"شالی کو کیا ہوا!" شہناز بیگم بولیں۔

"یہ صرف بے ہوش ہے۔"

"شالی .... کون شالی، یہ کیا چکر ہے بھئی۔" بیدار بخت نے حیران ہو کر کہا۔

"بیدار بخت! تمہارے زیورات کا کیا بنا؟"

"میں یہی تو تم سے معلوم کرنے آیا ہوں ..... کہ تم نے اس سلسلے میں کیا کیا ..... تم نے وعدہ کیا تھا کہ تفتیش شروع کر دی گئی...

Dil Ka ch
UrduFanz.com

"ہاں! وعدہ کیا تھا، لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ ایک ساتھ دو چکر شروع ہو گئے، ایک طرف تمہارے زیورات کا معاملہ اور دوسری طرف شالی کا۔" انہوں نے شالی کو لٹانے کے لیے ایک کمرے کا رخ کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے بتایا نہیں .... یہ شالی کون ہے ...."

"ابھی بتاتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کمرے میں چلے گئے اور شالی کو لٹا کر واپس آئے۔

اب انہوں نے شالی کے بارے میں بیدار بخت کو تفصیل سے بتایا اور آخر میں بولے۔

"لیکن اب شالی کا کہنا ہے کہ اس نے جو کہانی سنائی ہے۔ وہ سچ نہیں ہے، اصل بات کچھ اور ہے۔"

"جی کیا مطلب؟" آفتاب اور آصف ایک ساتھ بولے۔

"اور اصل بات کیا ہے، ابھی تک شالی کو سنانے کا موقع نہیں ملا۔"

"شالی .... شالی ...." بیدار بخت کھوئے کھوئے لہجے میں بڑبڑایا۔

"کیوں کیا ہوا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

"نہ جانے کیوں میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا ہے ..... میری ایک بہن تھی۔ اس کا نام بھی شالی تھا۔ وہ بچپن میں

مجھ سے بچھڑ گئی تھی لیکن اگر وہ کہیں مجھے مل جائے تو میں اسے فوراً پہچان سکتا ہوں۔"

"کیسے پہچان سکتے ہو؟" انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے پوچھا۔

"اس کے بائیں کان کے پیچھے ایک سرخ رنگ کا تل ہے"

"تو چلو ابھی دیکھے لیتے ہیں۔"

وہ اس کمرے میں آئے جس میں شالی کو لٹایا گیا تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اپنے ہاتھ سے بائیں کان کو ہٹا کر دیکھا، لیکن وہاں کوئی تل نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر بیدار بخت مایوس ہو گیا، تاہم چونک کر بولا۔

"اس لڑکی کی شکل کچھ جانی پہچانی ضرور لگتی ہے۔"

"لیکن جب تل ہی موجود نہیں تو پھر یہ تمہاری بہن کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"ہاں! اس کے باوجود ایسا لگتا ہے جیسے میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔"

"ضرور تمہارا وہم ہے .... اپنی بہن کا خیال تمہیں پریشان کر رہا ہے" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

پھر وہ کمرے سے نکل آئے اور ناشتے کی میز پر آ گئے۔

"اب میرے زیورات کا کیا بنے گا"

Dil Ka cloth
UrduFanz.com

"یہ بھی انتہائی عجیب کیس ہے .... اعظم جیولرز کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔"

"میرا خیال ہے، اس سلسلے میں جبار بیگ سے مدد لینا چاہیے۔" بیدار بخت بولا۔

"اوہ! تم ٹھیک کہتے ہو، اقبال خاں کے ساتھ جبار بیگ کو بھیجنا ضروری تھا، وہ اس معاملے میں بہت ماہر ہے وہ ایک نظر میں ہی نقلی زیورات کو پہچان لیتا ہے .... ارے" کہتے کہتے انسپکٹر کامران مرزا چونک اٹھے۔

"کیا ہوا؟"

"سوال یہ ہے کہ جبار بیگ کو اصل اور نقل زیورات کی پہچان کس طرح ہے۔"

"وہ میرا بہت عرصے کا دوست ہے لیکن ایسی بات تو پہلی مرتبہ ہی ہوئی ہے میں خود بھی نہیں جانتا کہ وہ زیورات کا ماہر کس طرح ہے۔"

"تب پھر فون کر کے اس سے معلوم کرو" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔ بیدار بخت فون پر جھک گیا، سلسلہ جلد ہی مل گیا۔ اس نے فون میں کہا۔

"ہیلو جبار بیگ! انسپکٹر کامران مرزا یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم نقلی زیورات کو ایک نظر دیکھ کر ہی کس طرح پہچان لیتے ہو۔ یہ مہارت تم میں کیسے آئی۔"

"کیوں! کیا وہ مجھ پر شک کر رہے ہیں"۔ دوسری طرف سے جبار بیگ نے ہنس کر پوچھا۔

"شک! بھلا تم پر شک کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" بیدار بخت نے یہ کہتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

"بالکل کوئی وجہ نہیں، میں نے تو یہ بات یونہی پوچھ لی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔ بیدار بخت نے ان کا جملہ بھی جبار بیگ کو سنا دیا۔

"بہت خوب! تو بات یہ ہے۔ دوست کہ کسی زمانے میں میں بہت غریب تھا۔ ملازمت تلاش کرتا پھرتا تھا۔ مجھے ایک جوہری کی دکان پر ملازمت مل گئی۔ یہ دکان ایک دوسرے شہر میں تھی اور شہر کی سب سے بڑی دکان تھی۔ نقل اور اصل دونوں طرح کے زیورات فروخت ہوتے تھے۔ وہاں میں نے بہت عرصہ کام کیا، پھر میرے پاس کچھ پیسے جمع ہو گئے اور میں نے ملازمت چھوڑ کر ٹھیکیداری شروع کر دی۔ اتفاق کی بات کہ میری ٹھیکیداری چل نکلی اور تم جانتے ہو۔ اب میں کافی بڑا ٹھیکیدار ہوں۔"

"ہوں! تو یہ بات تھی۔ بہت بہت شکریہ۔"

"کیا زیورات کے بارے میں کچھ پتا چلا"

"نہیں!" بیدار بخت کے منہ سے نکلا۔

"عجیب بات ہے، ویسے میرا خیال ہے کہ اعظم جیولرز کے

Dil Ka chor
UrduFanz.com

کسی ملازم نے چال چلی ہے، تمہیں اصل زیورات دکھائے گئے اور ان کی جگہ نقلی بھیج دیے گئے" جبار بیگ بولا۔

"لیکن اعظم جیولرز والے تو نقلی زیورات فروخت کرتے ہی نہیں"

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے، بہر حال میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا چکر چلا ہے، یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ بھابی کے پاس جو زیورات تھے وہ اصل نہیں تھے"

"یہ بات تو خیر ثابت ہو چکی۔ اچھا خدا حافظ۔" یہ کہتے ہوئے بیدار بخت نے ریسیور رکھا اور فون پر ہونے والی گفتگو دہرا دی، اس کا خیال بھی بتا دیا۔

"ویسے جبار بیگ کا خیال ہے زور دار۔" آصف بول اٹھا۔

"کیا مطلب! کون سا خیال؟" آصف نے کہا۔

"یہی کہ اعظم جیولرز کے کسی ملازم نے نقلی زیورات ڈبے میں رکھ دیے ہوں گے" آصف نے جواب دیا۔

"ہاں! اس کا بھی امکان ہے، جو ملازم اصلی زیورات بناتے ہیں، وہ ان جیسے بالکل نقلی زیورات بھی تو تیار کر سکتے ہیں" انسپکٹر کامران مرزا بولے "خیر ملازموں کو بعد میں چیک کریں گے"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے ریسیور اٹھایا، اور پھر ان کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیلتے چلے گئے۔ جب انہوں نے ریسیور رکھا تو حیرت میں حد درجہ اضافہ ہو چکا تھا۔

"خیریت تو ہے ابا جان!" آفتاب نے پریشان ہو کر کہا۔

"ڈی آئی جی صاحب کا فون تھا۔ ان کے دوست سیٹھ اکرام الٰہی نے کچھ عرصہ پہلے نہایت قیمتی زیورات کا سیٹ خریدا تھا۔ جس میں ہیرے بھی جڑے ہوئے تھے، وہ سیٹ اچانک اپنی آب و تاب کھو بیٹھا ہے"

"جی!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

انسانی چٹنی

انسپکٹر کامران مرزا اکرام الٰہی کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے، اعظم جیولرز کا مالک فرحان بابر وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ اکرام الٰہی بیرونی دروازے سے ان کے ساتھ ہی آئے تھے درمیان میں رکھی بڑی سی میز پر بہت سے زیورات رکھے تھے۔۔۔ اکرام الٰہی نے ان کے بیٹھنے کے بعد خود بھی بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ زیورات میں نے اعظم جیولرز سے دس ماہ پہلے خریدے تھے، کل بائیس لاکھ روپے کے تھے، دو تین مرتبہ میری بیگم اور بیٹیاں ان زیورات کو پہن کر پارٹیوں میں شرکت کر چکی ہیں۔ آج شام بھی انہیں ایک پارٹی میں جانا تھا، جونہی انہوں نے زیورات نکالے حیران رہ گئیں، مجھے بلایا گیا۔ میں نے آکر دیکھا، زیورات اپنی چمک دمک بالکل کھو چکے تھے۔ بھلا سونے اور ہیرے کے زیورات کا سیاہ پڑنے کا کیا کام، صاف ظاہر ہے زیورات بالکل نقلی ہیں۔ میں نے فوراً فرحان بابر کو فون کیا اور ڈی آئی جی صاحب کو بھی فون کیا، وہ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ انہوں نے آپ کے بارے میں

بتایا، چنانچہ انہوں نے آپ کو یہاں بھیج دیا۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اعظم جیولرز والے نقلی زیورات فروخت کرتے ہیں۔"

"یہ غلط ہے، ہم نقلی زیورات نہیں بیچتے۔" فرحان بابر نے تنک کر کہا۔

"تو پھر یہ زیورات کالے کس طرح پڑ گئے، انہیں دیکھیے۔ کیا یہ اصل ہیں؟"

"جی نہیں! یہ بالکل نقلی ہیں، لیکن ہم نے آپ کو جو زیورات فروخت کئے تھے، یہ وہ نہیں ہیں۔" فرحان بابر نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، کیا کسی نے جادو کے زور سے انہیں تبدیل کر دیا ہے۔" اکرام الٰہی نے بھی تنک کر کہا۔

"اسی قسم کا ایک کیس اور ہو چکا ہے، اس کے بارے میں بھی انسپکٹر صاحب کو سب کچھ معلوم ہے، وہ زیورات بھی ہم سے خریدے گئے تھے۔"

"تو پھر۔۔۔ اس سے کیا؟" اکرام الٰہی نے کہا۔

"اس کیس کی تفتیش بھی انہی کے ہاتھ میں ہے، اور ہم بے گناہ ثابت ہو چکے ہیں۔" فرحان بابر نے کہا۔

"آخر زیورات کس طرح تبدیل ہو سکتے ہیں، میرے گھر میں ایک بہت محفوظ تجوری موجود ہے۔ زیورات تجوری میں سے۔۔۔ کس طرح

DilKaDhak UrduFanz.com

جا سکتے ہیں۔"

"ہم خود بھی حیران ہیں۔" فرحان بابر بولا۔

"میں تو آپ کے خلاف عدالت میں کیس دائر کر رہا ہوں، بائیس لاکھ روپے کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔"

"میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ابھی ایسا نہ کریں، ہم یہ معلوم کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے"

یہ کہہ کر فرحان بابر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ان سے اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔

"آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے اور اس سے پہلے اس قسم کا واقعہ کہاں ہو چکا ہے" اس کے جانے کے بعد اکرام الٰہی نے پوچھا۔

"بیدار بخت کے ساتھ بالکل یہی واقعہ ہوا ہے۔ آپ جانتے ہی ہوں گے انہیں۔"

"ہاں! تو پھر آپ کا کیا خیال ہے"

"ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا، تفتیش کے بعد کچھ معلوم ہو سکے گا، کیا آپ مجھے اپنی تجوری دیکھنے کی اجازت دیں گے"

"ضرور! کیوں نہیں" اکرام الٰہی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ انہیں لے کر اپنے کمرے میں آئے، یہاں ان کے بستر کے سرہانے کے ساتھ ہی تجوری دیوار میں نصب تھی چابی کے سوراخ

کا عدسے کی مدد سے معائنہ کرنے کے بعد وہ سیدھے ہو گئے اور بولے

"آپ کے گھر میں کتنے ملازم ہیں۔۔۔ کیا ان سب پر آپ کو مکمل اعتماد ہے؟"

"میرے گھر میں صرف دو ملازم ہیں اور ان کے باپ دادا بھی اس گھر کے ملازم تھے" اس نے جواب میں کہا۔

"کوئی مہمان وغیرہ تو آپ کے ہاں نہیں ٹھہرا تھا آکر؟"

"جی نہیں!" انہوں نے کہا پھر بولے:

"کچھ عرصہ پہلے میں نے گھر میں دفتر کا کام کرنے کے لیے ایک لڑکی کو ملازم رکھا تھا۔ کیونکہ دفتر سے بہت سا کام میں گھر اٹھا لاتا ہوں جس کے لیے یہاں بھی ایک اسسٹنٹ کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، چنانچہ اسے رکھا گیا، لیکن وہ ناکارہ ثابت ہوئی اور اب میں پھر کسی ملازمہ کی تلاش میں ہوں۔"

"وہ لڑکی کتنے عرصہ ملازم رہی۔"

"آٹھ یا نو دن۔" اکرام الٰہی نے کہا۔

"اس کا نام، پتا یا حلیہ۔۔۔۔ بتا سکتے ہیں آپ؟"

"جی ہاں!"

"کیا خیال ہے آپ کا، کیا زیورات کی اس گڑبڑ میں اس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟"

"بالکل نہیں، آٹھ نو دن میں بھلا وہ یہ کام کس طرح کر سکتی تھی"

UrduFanz.com

"بہت خوب! میں دیکھوں گا' کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ ویسے اس تجوری کی چابی آپ کہاں رکھتے ہیں؟"

"چابی ہر وقت میری جیب میں رہتی ہے" اکرام الٰہی بولا۔

"ہوں! اس تجوری کو کھولنے کے لیے آپ کی چابی استعمال نہیں کی گئی"

"تو پھر؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"تالے کے سوراخ پر موم کے ذرات موجود ہیں گویا ایک نقلی چابی بنائی گئی اور پھر اصل زیورات نکال کر نقلی زیورات اس میں رکھے گئے۔"

"اوہ!" اکرام الٰہی دھک سے رہ گئے۔

"اور یہ کام آپ کی اس ملازمہ کے سوا اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔"

یہ کہتے ہی انسپکٹر کامران مرزا چونکے اور پھر انہوں نے جلدی سے بیدار بخت کو فون کیا۔

"ہیلو بیدار بخت! زیورات سلسلے میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں' کیا گذشتہ چار پانچ ماہ کے دوران تم نے کسی لڑکی کو ملازم رکھا تھا۔۔۔ یا کوئی لڑکی تمہارے گھر میں چند دن کے لیے مہمان ٹھہری تھی"

"ہاں! میں نے ایک لڑکی کو ملازم رکھا تو تھا' لیکن وہ نالائق ثابت ہوئی تھی اور آٹھ دن بعد ہی میں نے اسے جواب دے دیا تھا"

"اوہ!"

انسپکٹر کامران مرزا حیران رہ گئے۔ حالات عجیب و غریب صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔

"یار مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہمارے شہر میں سب دولت مندوں کو نقلی زیورات خریدنے کا جنون ہو گیا ہے۔۔۔۔ ابھی بیدار بخت صاحب کا معاملہ صاف نہیں ہوا تھا کہ سیٹھ اکرام الٰہی کے زیورات نقلی نکل آئے' میرا خیال ہے' یہ سارا چکر اعظم جیولرز کے مالک فرحان بابر کا چلایا ہوا ہے۔۔۔۔ دیکھو نا بیٹھے بٹھائے گھر سے زیورات کس طرح تبدیل کیے جا سکتے ہیں۔" آفتاب کہہ رہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھے۔ انسپکٹر کامران مرزا ابھی تک واپس نہیں آئے تھے' ان کے جانے کے بعد شالی کو ہوش آ گیا تھا اور اس نے ان کے ساتھ رات کا کھانا بھی کھایا تھا پھر وہ اور شہناز بیگم اپنے اپنے کمرے میں آرام کرنے کے لیے چلی گئیں اور وہ دونوں اپنے کمرے میں چلے آئے۔

"فرحان بابر اپنا کاروبار کیوں تباہ کرانے لگا' یہ ضرور کسی اور کی حرکات ہیں' تم رحمان بابا عرف چراغ شاہ کو بھی دماغ میں رکھو"۔ آصف نے اس کے خیال سے اختلاف کرتے ہوئے منہ بنایا۔

"توبہ توبہ! میں اور اس نقب زن کو اپنے دماغ میں رکھوں'

DilKaChor UrduFanz.com

وہ تو میرے دماغ میں بھی نقب لگا ڈالے گا" آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"تمہارے دماغ میں رکھا ہی کیا ہے نقب لگانے کے لیے" آصف نے جل کر کہا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں میرا دماغ بالکل خالی ہے" آفتاب جھلا کر اس کی طرف الٹ پڑا۔ آصف نے اسے دونوں ہاتھوں سے پرے دھکیل دیا اور بولا۔

"رحمان بابا عرف چراغ شاہ برے کاموں سے توبہ کر چکا ہے، چلو تم اس بات کو ذہن میں رکھ لو۔"

"یہ اس کا جھوٹ ہو سکتا ہے"

"خیر! اگر یہ اس کا جھوٹ ہے اور بیدار بخت کے زیورات اس نے تبدیل کیے ہیں تو یہ اکرام الٰہی کے زیورات اس نے کس طرح تبدیل کر دیے۔ اس گھر میں تو وہ ملازم نہیں۔"

"تو پھر میں شرط لگا کر کہہ سکتا ہوں کہ زیورات کا یہ چکر چلانے والا کوئی ایک آدمی نہیں، پورا گروہ شہر میں کام کر رہا ہے اور رحمان بابا بھی اس گروہ میں شامل ہے۔"

"ہوں! شاید تمہارا خیال ٹھیک ہو..... لیکن ایک شخص اور ایسا ہے جس پر مجھے شک ہے" آصف بولا۔

"اور وہ کون ہے" آفتاب نے جلدی سے پوچھا۔

عین اسی وقت گھنٹی بجی دونوں چونکے کیونکہ انداز انسپکٹر

کامران مرزا کا نہیں تھا۔

"آؤ بھئی دیکھیں رات کے دس بجے یہ کون آگیا ہے!" آصف نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم خود ہی دیکھ لو مجھے تو نیند آرہی ہے"

"لاحول ولاقوۃ۔" آصف نے پیر پٹخ کر کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

دروازے کھولتے ہی وہ دھک سے رہ گیا، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شالی کا تعاقب کرنے والا شنکارا دوبارہ بھی آسکتا ہے۔

"تمہارے والد گھر میں موجود ہیں" اس غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں! لیکن کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ شنکارا صاحب...." آصف نے کہا۔

"مجھے یہ سن کر افسوس ہوا۔ آج میں ان سے باقاعدہ دو دو ہاتھ کرنا چاہتا تھا، کل تو انہوں نے پیچھے سے حملہ کر کے مجھے بے ہوش کر دیا تھا"

"وہ اس لیے کہ تم شالی کو لے کر جا رہے تھے.... ورنہ وہ بزدل نہیں ہیں۔"

"میں آج یہی دیکھنے آیا ہوں اور شالی کو بھی ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

"ہم شالی کی حفاظت کریں گے" آصف نے منہ بنایا۔

"تو پھر ہٹ جاؤ۔" شنکارے نے آصف کے سینے پر ہاتھ

Ka cho UrduFanz.com

رکھ کر اسے اندر کی طرف دھکیل دیا اور خود بھی اندر داخل ہو گیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھا' لیکن آصف نے نہایت تیزی سے اپنی دائیں ٹانگ آگے کر دی، شنکارا دھڑام سے گرا لیکن پھر اٹھ کھڑا اور خونخوار انداز میں آصف کی طرف بڑھا۔

"یہ میرا پہلا وار تھا' دوسرے وار کے لیے تیار رہو' انکل سے پہلے یہ بہتر ہوگا کہ تم مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو" آصف نے اس پر نظریں جما دیں اور اس طرح جھک گیا جس طرح مرغ لڑائی کے وقت۔

"اور یہ میرا پہلا وار ہے" شنکارے نے کہا اور اس نے سر پر مکا رسید کر دیا۔ آصف بجلی کی تیزی سے نیچے بیٹھ گیا اور ساتھ ہی شنکارے کی ایک ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی' وہ ایک بار پھر گرا' لیکن گرتے گرتے آصف کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ آصف نے بہت ہاتھ پاؤں مارے، اس کے شکنجے سے نکلنے کی کوشش کی' لیکن کامیاب نہ ہو سکا اس کا دم گھٹنے لگا' یہاں تک کہ بے ہوش ہو گیا۔

شنکارا آگے بڑھا، اسے گھر میں مکمل خاموشی کا احساس ہوا۔ ایک کمرے کا دروازہ اسے کھلا نظر آیا۔ اندر جھانک کر دیکھا تو کمرہ خالی پڑا تھا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے ہاتھ کا دباؤ دیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اس کمرے میں بھی کوئی نہیں تھا۔ اس طرح اس نے تمام کمرے دیکھ ڈالے' لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ آخر اس نے صحن میں کھڑے ہو کر کہا۔

"تم لوگ بزدلوں کی طرح کہاں چھپ گئے ہو۔ سامنے کیوں نہیں آئے' اگر تم لوگ سامنے نہ آئے تو میں اس لڑکے کا بہت برا حشر کروں گا۔"

اس کا جملہ ختم ہونے کے ساتھ ہی ایک کمرے کا دروازہ زور سے کھلا اور اس میں سے آفتاب نمودار ہوا۔ شنکارا حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا' کیونکہ ابھی چند منٹ پہلے وہ اس کمرے کے اندر سب دیکھ چکا تھا۔

"تم اس کمرے میں کس جگہ چھپے ہوئے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ ایک راز ہے اور اس گھر کا کوئی راز کسی کو نہیں بتایا جاتا' ویسے مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ تم یہ جانتے ہوئے کہ یہاں انسپکٹر کامران مرزا رہتے ہیں' پھر آ گئے ہو۔"

"میں انسپکٹر کامران مرزا جیسوں سے ڈرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ یوں بھی میرا خیال ہے کہ کچھ لوگ بلاوجہ مشہور ہو جاتے ہیں۔ دراصل ان سے کوئی مجھ جیسا نہیں ٹکراتا' ورنہ ساری شہرت خاک میں مل جائے۔ دوسرے لفظوں میں تمہارے والد کی شہرت اب بہت جلد خاک میں ملنے والی ہے"

"لیکن بھئی! یہاں سے تو تم اس طرح بھاگے تھے جیسے کوئی موت سے بھاگتا ہے" آفتاب مسکرایا۔

"مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس وقت بہت ضروری کام تھا۔"

Dil Kaschi
UrduFanz.com

"بہت خوب! اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں شالی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو مشکل ہے۔"

"مشکل کو آسان بنانا مجھے آتا ہے۔" یہ کہا اور آفتاب پر چھلانگ لگادی۔ آفتاب پہلے ہی تیار تھا اس نے ایک دم واپس کمرے میں چھلانگ لگادی۔ شنکارا بھی دوڑ کر کمرے میں گھس گیا۔ اس نے دیکھا، کمرے میں آفتاب کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ اندھا دھند اس کی طرف بڑھا، لیکن کپڑوں کی الماری میں سے نکلنے والے کرکٹ کے بیٹ کو نہ دیکھ سکا۔ بیٹ عین اس کے سر پر پڑا۔ ساتھ ہی بیٹ درمیان سے ٹوٹ گیا۔ شنکارا چونک کر مڑا اور ہنس کر بولا

"کل دو ہاکیاں تڑوانے کے بعد اس بیٹ کو ضائع کرانے کی کیا ضرورت تھی..... الماری میں جو کوئی بھی ہے باہر نکل آئے"

الماری کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور اندر سے شہناز بیگم نکلیں۔ وہ عجیب سے انداز میں مسکرا رہی تھیں۔ پھر ان کی آواز کمرے میں گونجی۔

"میں جانتی تھی کہ بیٹ کا بھی وہی حشر ہوگا، جو ہاکیوں کا ہو چکا ہے"

"تو پھر، تم نے ایسا کیوں کیا؟" شنکارا ہنسا۔

"تجربہ کرنا چاہتی تھی۔"

"پھر! کیا معلوم کیا تجربہ کر کے"

"یہی کہ تم نے اپنے جسم پر فولاد کے ٹکڑے چپکائے ہوئے ہیں"

شہناز بیگم بولیں۔

"بات تو ٹھیک ہے..... لیکن شالی کہاں ہے؟"

"پتا نہیں، ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈ لو۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے، اس مکان کو تم لوگوں نے بھول بھلیاں بنا رکھا ہے"

"تمہارا اندازہ بھی بالکل صحیح ہے، لہٰذا تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ خاموشی سے یہاں چلے جاؤ" وہ بولیں۔

"شالی کو حاضر کردو، چلا جاؤں گا۔"

"وہ ہماری امان میں ہے، لہٰذا اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے"

"پھر میں تم لوگوں کی چٹنی بنا دوں گا۔"

"انسانی چٹنی، بھئی واہ، کافی لذیذ ہوتی ہوگی" آفتاب نے چٹخارا لے کر کہا اور شہناز بیگم مسکرا دیں۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بج اٹھی وہ سب چونکے، آصف کو بھی ہوش آگیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

فرحان بابر

"حالات اور واقعات صرف ایک سمت میں اشارہ کر رہے ہیں، آپ کے اور بیدار بخت کے زیورات ایک لڑکی نے تبدیل کیے ہیں، جو ملازمت کے بہانے چند دن دونوں گھروں میں رہی" کامران مرزا نے کچھ دیر تک سوچتے رہنے کے بعد کہا۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے، وہ لڑکی زیورات چرا سکتی تھی، اصلی زیورات کی جگہ نقلی زیورات کیسے رکھ سکتی تھی" اکرام الٰہی نے کہا۔

"اپنی جگہ یہ ایک عجیب بات ضرور ہے، لیکن ایسا ہونا ناممکن نہیں، دنیا میں آج کل بہت بڑے ماہر پائے جاتے ہیں، اصل چیز کی نقل بالکل اس کے مطابق اور بہت جلد تیار کر لیتے ہیں اور پھر وہ تو چند دن یہاں رہی ہے، آپ مجھے اس کا حلیہ بتائیں اور جو پتا اس نے بتایا تھا، وہ بھی بتا دیں، امید ہے کہ آپ نے اس کی کوئی فائل تو کھولی ہوگی۔"

"جی ہاں! میں کچے کام کبھی نہیں کرتا" اکرام الٰہی نے کہا اور ایک الماری میں سے فائل نکال لایا۔ پھر اس نے لڑکی کا حلیہ اس

میں سے پڑھا۔

"نام روحی منیر، قد درمیانہ، نیلی آنکھیں، موٹی سی ناک، رنگ سفید پتا ۱۳ فارغ روڈ۔"

"بہت بہت شکریہ! میں ذرا بیدار بخت سے بھی اس کا حلیہ اور پتا معلوم کر لوں۔" یہ کہہ کر انہوں نے ایک بار پھر بیدار بخت کو فون کیا اور بتایا کہ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

"ایک منٹ ٹھہرو! ابھی بتاتا ہوں۔" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس کی آواز پھر سنائی دی۔

"نام امید ہے، قد درمیانہ، بھوری آنکھیں، ناک پتلی، ناک کی نوک اوپر کو اٹھی ہوئی، رنگ سانولا، پتا ۴۰ پرنس روڈ۔"

بہت بہت شکریہ! امید ہے کہ میں بہت جلد آپ لوگوں کے زیورات برآمد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"کیا کوئی سراغ ملا ہے؟" بیدار بخت نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ ان دونوں وارداتوں میں دو یا ایک لڑکی کا ہاتھ ہے، وہ ملازمت کے بہانے کچھ دن تک ان گھروں میں رہیں"

"اوہ! خدا کرے تم کامیاب ہو جاؤ"

"فکر نہ کرو!" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور پھر اٹھتے ہوئے بولے۔

"میں پہلی فرصت میں ان دونوں پتوں کو چیک کروں گا" اگرچہ امید

Dil Ka chor
UrduFanz.com

نہیں کہ وہ ان پتوں پر مل سکے۔"

"لیکن حلیے تو مختلف ہیں، تو کیا لڑکیوں کا کوئی گروہ یہ وارداتیں کر رہا ہے۔"

"کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" انہوں نے فکرمند ہو کر کہا اور وہاں سے چل پڑے۔

ان کی جیپ تقریباً بیس منٹ بعد ۱۲ فارغ روڈ کے ساتھ رکی۔ یہ ایک کوارٹر تھا۔ انہوں نے نیچے اتر کر دستک دی، فوراً ہی قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا۔ ان کے سامنے جو لڑکی کھڑی تھی، اس کا حلیہ بالکل وہی تھا جو اکرام الٰہی نے فائل سے پڑھا تھا یعنی قد درمیانہ تھا، ناک موٹی، رنگ سفید۔

"جی فرمایئے" اس نے کسی قدر حیران ہو کر کہا۔

"آپ کا نام؟" انسپکٹر کامران مرزا نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے روحی منیر کہتے ہیں" اس نے کہا۔

"چند دن پہلے آپ نے اکرام الٰہی کے ہاں ملازمت کی تھی؟"

"جی! ملازمت، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے چونک کر کہا۔

"تو آپ نے اکرام الٰہی کے پاس بطور ٹائپسٹ ملازمت نہیں کی تھی"

"جی نہیں! مجھے تو ٹائپ آتی بھی نہیں۔۔۔ اور پھر میں ملازمت کیوں کرنے لگی، میرے والد اچھی بھلی تنخواہ لیتے ہیں۔ ان کا نام منیر احمد ہے، ان کا خیال ہے۔ بیٹیوں سے ملازمت نہیں کرانی چاہیئے"

"ان کا خیال بہت نیک ہے، لیکن مجھے افسوس یہ ہے کہ بیدار بخت صاحب کے ہاں روحی منیر نامی لڑکی نے کچھ دن کے لیے ملازمت کی تھی۔ اس نے اپنا پتا ۱۲ فارغ روڈ لکھوایا تھا۔ اور اس کا جو حلیہ فائل میں لکھا ہے وہ آپ پر سو فیصد فٹ بیٹھتا ہے"

"میرے خدا! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔" لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اور! اس لڑکی پر یہ الزام ہے کہ اس نے بیدار بخت کے سونے اور ہیروں کے زیورات چرائے ہیں" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں!" لڑکی بڑے زور سے چیخی۔

اسی وقت ایک موٹر سائیکل سوار وہاں آ کر رکا اور تیزی سے موٹر سائیکل سے اتر کر لڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا بیٹی۔"

"یہ میرے ابا جان ہیں۔" لڑکی نے فوراً کہا اور پھر جلدی جلدی اپنے باپ کو ساری بات بتانے لگی۔ باپ کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار طاری ہو گئے۔ آخر لڑکی کے خاموش ہونے پر اس نے کہا۔

"یہ میری زندگی کا حیران کن ترین واقعہ ہے، لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری بیٹی نے کبھی خواب میں بھی ملازمت کرنے کے بارے میں نہیں سوچا ہوگا" باپ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے۔ ضرور کوئی چال چلی گئی ہے۔ خیر! آپ لوگ

Dil Ka Chor
UrduFanz.com

پریشان نہ ہوں، میں دیکھوں گا کہ یہ سب کیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ان کے پاس سے رخصت ہوئے، الجھنیں اور بڑھ گئی تھیں۔ اب ان کی جیپ کا رخ امید افزا کے گھر کی طرف تھا، دستک دینے پر اس حلیے کی لڑکی نظر آئی جو بیدار بخت نے بتایا تھا۔

"آپ کا نام امید افزا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"پہلے میرے سوال کا جواب دیں، اگر آپ امید افزا ہیں تو کیا کچھ دن پہلے آپ نے بیدار بخت کے گھر ملازمت کی تھی۔"

"جی نہیں تو۔"

"آپ بیدار بخت کو جانتی ہیں"

"جی نہیں ... آخر بات کیا ہے"

انہوں نے مختصر لفظوں میں اسے بات بتا دی۔ اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔ انسپکٹر کامران مرزا یہاں سے بھی ناکام لوٹے۔ کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ ان پر قدرے جھنجھلاہٹ طاری ہونے لگی۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا، دائیں طرف ایک دواؤں کی دکان نظر آئی وہ دکان میں پہنچے اور اجازت لینے کے بعد اعظم جیولرز کے مالک فرحان بابر کو فون کیا دوسری طرف سے فوراً جواب ملا۔

"میں فرحان بابر بول رہا ہوں، آپ کون صاحب ہیں"

"انسپکٹر کامران مرزا۔"

"انسپکٹر صاحب! آپ ہیں، خدا کے لیے جلد آیئے، میں تباہ ہو گیا۔"

"کیوں! اب کیا ہوا؟" وہ چونکے۔

"میں آپ کو یہاں آنے پر ہی بتا سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے، میں آ رہا ہوں۔"

انہوں نے ریسیور رکھا اور اعظم جیولرز کی طرف روانہ ہو گئے۔ دکان کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ ابھی وقت ختم نہیں ہوا تھا۔ بڑے دروازے میں البتہ ایک چھوٹا دروازہ اور تھا۔ وہ کھلا تھا اور اس کے دوسری طرف چوکیدار بیٹھا تھا۔ انہوں نے جھک کر اس سے کہا۔

"مجھے فرحان بابر سے ملنا ہے، وہ میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ..... اندر چلے جائیں" پٹھان چوکیدار نے کہا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ اندر کوئی بھی نظر نہ آیا، شاید ملازموں کو چھٹی دے دی گئی تھی۔ ایک کمرے کے دروازے پر پردہ پڑا نظر آیا۔ وہ پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئے اور فرحان بابر کے چہرے کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ اس کا چہرہ اس حد تک زرد نظر آ رہا تھا۔ جیسے وہ برسوں کا مریض ہو۔ جب کہ ابھی ایک دن پہلے اس کا چہرہ بالکل سرخ و سپید تھا۔

Dil Ka cLub
UrduFanz.com

"کیا خیال ہے، اس وقت کون آیا ہے"۔ شنکارے نے چونک کر پوچھا۔

"شاید کوئی فرشتہ ہوگا اور ہوسکتا ہے موت کا فرشتہ ہو" آفتاب گنگنایا۔

"تم سے کس نے پوچھا ہے"

"ارے تو کیا تم نے مجھ سے نہیں پوچھا تھا، پہلے کیوں نہیں بتایا" آصف چونکا۔

"شاید ابھی کچھ اور ہاتھ کھانے کی ضرورت محسوس کر رہے ہو تم"۔ شنکارے نے تنک کر کہا، اسی وقت گھنٹی ایک بار پھر بجی۔

"تم وقت ضائع کرو گے میں خود ہی دیکھتا ہوں جا کر"۔

یہ کہہ کر وہ انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا اور دروازے پر پہنچا چٹخنی گرانے سے پہلے اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

"باہر کون ہے"۔

"دروازہ کھولو۔ استاد...! یہ ہم ہیں تمہارے دوست"۔

"اوہو۔ شومی، بانکے... تم ہو"۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"ہاں استاد، جلدی دروازہ کھولو"۔

"بات کیا ہے، پہلے یہ بتاؤ، میں نے تمہیں ہدایت دی تھی، باہر ٹھہر کر میرا انتظار کرنا، پھر کیوں تم دروازے پر چلے آئے"

"استاد! ایسا معلوم ہوتا کہ ہمیں گھیرے میں لیا جا رہا ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سادہ لباس والے ہمیں گھیر رہے ہوں، میں نے ایک سائے کو دیکھا ہے"۔

"شومی! تمہیں ضرور وہم ہوا ہے، خیر تم دونوں بھی اندر آجاؤ"۔

"لیکن اس طرح تو ہم تینوں بالکل پھنس جائیں گے"۔

"بے وقوف ہو تم! اندر ہم زیادہ محفوظ رہیں گے" شنکارے نے جھلا کر کہا اور دروازہ کھول دیا۔ شومی اور بانکا بھی اندر داخل ہوگئے۔ دروازہ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

تینوں گھر کے صحن سے ہو کر اس کمرے میں پہنچے، جس میں تھوڑی دیر پہلے شنکارا، آفتاب، آصف اور شہناز بیگم کے ساتھ تھا لیکن فوراً ہی انہیں چونکنا پڑا۔ اب کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

"کیا مصیبت ہے، کم بختوں نے اس مکان میں چھپنے کی نہ جانے کتنی جگہیں بنا رکھی ہیں۔ ڈھونڈو انہیں"۔

تینوں کپڑوں کی الماریوں اور دوسری جگہوں پر انہیں تلاش کرنے لگے، لیکن کسی کا کوئی پتا نہ چلا۔ آخر شنکارے نے چلا کر کہا۔

"بزدلوں کا کام ہی یہی ہوتا ہے، وہ چھپ جایا کرتے ہیں.....

Dil Ka chor
UrduFanz.com

شالی تم جہاں بھی ہو، باہر نکل آؤ، اب ہم تمہیں ہر حال میں ساتھ لے کر جائیں گے۔"

کوئی جواب نہ ملنے پر تینوں پاگلوں کی طرح گھر کی چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگے۔ عین اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ تینوں چونکے۔

"استاد! یہ ضرور سادہ لباس والے ہیں۔"

"فکر نہ کرو، آؤ میرے ساتھ۔" شنکارے نے کہا اور انہیں لے کر کمرے سے نکل گیا اور پھر تینوں چھت کی سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے، ان کے جاتے ہی ایک الماری کا دروازہ کھلا اور اس میں سے آصف نکلا۔ اس الماری میں شنکارا خود انہیں دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس میں خفیہ خانہ کچھ اس طرح کا بنا ہوا تھا کہ نظر نہیں آسکتا تھا، آصف فوراً دروازے کی طرف لپکا، تاکہ سادہ لباس والوں کو بتا سکے کہ وہ لوگ چھت کی طرف سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ادھر آفتاب اور شہناز بیگم بیگم دوسری الماری سے نکل آئے۔ شہناز بیگم نے کہا۔

"شالی بیٹی! تم بھی نکل آؤ، وہ لوگ جا چکے ہیں۔"

ایک تیسری الماری کا دروازہ کھلا اور شالی مسکراتے ہوئے باہر نکل آئی۔ اس نے کہا۔

"یہ مکان حیرت انگیز ہے، میں نے کسی مکان میں ایسی الماریاں نہیں دیکھیں۔"

"لیکن مجھے افسوس ہے، شنکارا ہمیں بزدلی کا طعنہ دے گیا۔

اس وقت میں نے نکلنے کی کوشش کی تھی، لیکن امی جان نے مجھے روک لیا۔"

"یہی عقل مندی تھی، بزدل ہم نہیں، وہ ہے جو لوہے کا لباس پہنے پھرتا ہے۔" شہناز بیگم بولیں۔

اسی وقت آصف کمرے میں داخل ہوا اس کے چہرے کی کیفیت انہیں عجیب نظر آئی، ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

اُلٹا لٹکا دو!

"کیا ہوا جناب! خیر تو ہے۔"

"شہر میں زیورات بدلے جانے کی چھ اور وارداتیں ہو چکی ہیں۔ ان لوگوں کے فون مجھے مل چکے ہیں، وہ سب کے سب صبح عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیے میں کیا کروں، آخر یہ کیا ہو رہا ہے، ایسا لگتا ہے جیسے سارے شہر کے زیورات پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑی ہو"

"اوہ!" انسپکٹر کامران مرزا دھک سے رہ گئے۔ کم از کم اس کی امید انہیں نہیں تھی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی دوسرا جیولرز آپ کے کاروبار کو فیل کرنے کی کوشش میں ہو"۔ انہوں نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے، یہی بات ہو"۔ فرحان بابر چونکا۔

"آپ کے مقابلے میں اس وقت شہر میں سب سے بڑا جیولرز کون ہے؟"

"بخاری جیولرز"۔ اس نے بتایا۔

"اس کے مالک کا نام کیا ہے اور وہ کیسا آدمی ہے؟"

"تنویر بخاری نام ہے اور میرے خیال میں وہ ایک بہت نیک اور صاف ستھرا آدمی ہے۔" فرحان بابر نے جواب دیا۔

"خیر! میں اسے بھی چیک کروں گا۔۔۔۔ آپ فکر نہ کریں، اگر آپ نے نقلی زیورات فروخت نہیں کیے تو آپ پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔"

"آئے گا کیسے نہیں، صبح کے اخبارات میرے خلاف چیخ اٹھیں گے۔ لوگ عدالت میں پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد حرف آنے میں کون سی کسر رہ جائے گی۔"

"ہم اس طوفان کو نہیں روک سکتے، البتہ اس طوفان سے پہنچنے والے نقصان کا علاج کر سکتے ہیں اور علاج یہ ہے کہ جو شخص بھی یہ حرکات کر رہا ہے، اسے گرفتار کر لیا جائے۔"

"لیکن وہ کب گرفتار ہوگا، اس کا تو دور دور تک پتا نہیں۔"

"فکر نہ کریں، میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں ہاں آپ یہ بتائیں، آپ کی کسی سے دشمنی تو نہیں!"

"نہیں!" فرحان بابر نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"تنویر بخاری سے کیسے تعلقات ہیں۔؟"

"دوستانہ"! اس نے کہا۔

"بہت بہتر! میں اسی وقت ان سے ملنے جا رہا ہوں۔"

Dil Ka chor
UrduFanz.com

انہوں نے فرحان باہر سے اس کا پتا لیا اور باہر نکل آئے پندرہ منٹ بعد وہ تنویر بخاری کے بنگلے پر دستک دے رہے تھے، دروازہ ایک ملازم نے کھولا۔

"مجھے تنویر بخاری صاحب سے ملنا ہے۔"

"وہ اس وقت بہت پریشان ہیں اور کسی سے ملنا پسند نہیں کریں گے"

"تم انہیں میرا کارڈ دے دو۔"

ملازم کارڈ لے کر چلا گیا اور جلد ہی واپس آیا۔

"آئیے۔ آپ! وہ آپ سے ملاقات کریں گے۔"

ڈرائنگ روم میں بیٹھے ابھی انہیں چند سیکنڈ ہی ہوئے تھے کہ ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ فکر اور پریشانی سے اس کی پیشانی پر گہری لکیریں پڑ گئی تھیں۔

"آپ انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔" اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا

"جی ہاں! اور آپ تنویر بخاری ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں، اس وقت آپ بہت پریشان ہیں۔"

"ہاں! میں بہت پریشان ہوں، میں نے کبھی نقلی زیورات فروخت نہیں ہے۔ اس کے باوجود مجھے لوگوں کے فون موصول ہو رہے ہیں کہ انہوں نے جو زیورات میرے شوروم سے خریدے تھے، وہ کالے پڑ گئے ہیں۔"

"کیا!!؟" انسپکٹر کامران مرزا زور سے اچھلے۔

"تمہیں کیا ہوا، کیا ملیریا کے مچھروں نے کاٹ کھایا ہے۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔ ابھی ابھی تو اچھلے بھلے گئے تھے، ہاں دروازے پر کون تھا۔"

"دروازے پر جو کوئی بھی تھا، اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے" ایک آواز نے انہیں چونک دیا۔ انہوں نے دیکھا دروازے میں ایک نقاب پوش کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"چلو! نیچے اتر کر شالی کو اٹھاؤ، اگر ان میں سے کوئی حرکت کرے تو گولی مار دینا"۔ نقاب پوش نے زینے کی طرف منہ کر کے کہا۔

فوراً ہی چھت پر سے شنکارا اور اس کے دونوں ساتھی اترے اور انہوں نے شالی کو اٹھا لیا۔

"یہ لوگ مجھے لے جا رہے ہیں۔ کیا تم میری مدد نہیں کرو گے مجھے ان لوگوں سے نہیں بچاؤ گے" شالی نے تڑپ کر کہا۔

آفتاب، آصف اور شہناز بیگم نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اس کے ساتھ ہی وہ لوگ مڑے اور کمرے سے نکل کر صحن میں پہنچ گئے آفتاب اور آصف دروازے کی طرف جھپٹے۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

"خبردار! ہمارے پیچھے آنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے" ان میں سے ایک نے مڑ کر کہا اور پھر وہ بیرونی دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔

"چاہے کچھ ہو جائے ہم ان کے پیچھے ضرور جائیں گے۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" آصف بولا۔

"میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔" شہناز بیگم بولیں۔ آفتاب اور آصف اسی وقت دوڑ پڑے۔ ساتھ ہی فون کی گھنٹی بجی۔ بیگم کامران مرزا اس طرف متوجہ ہو گئیں۔

دونوں گھر سے نکلے تو ہر طرف تاریکی کا راج تھا، نہ جانے آج کھمبوں پر جلنے والے بلبوں کو کیا ہو گیا تھا۔ اس تاریکی میں دونوں نے ایک کار کی پچھلی سرخ بتیاں دور ہوتے دیکھیں۔ لے دے کے ان کے پاس اس وقت ایک موٹر سائیکل تھی۔ انہوں نے وہی نکالی اور کار کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ اب انہیں سرخ بتیاں بھی نظر نہیں آ رہی تھیں، موٹر سائیکل کی رفتار بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ سائیکل سڑک پر اچھلنے لگی۔ اس کا بھی امکان تھا کہ اگلی کار دائیں یا بائیں کسی سڑک پر مڑ گئی ہو۔ اس صورت میں ان کی یہ کوشش بے کار ہی جاتی۔ اس کے باوجود وہ چلے جا رہے تھے۔

"یار یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ شالی کے پیچھے کتنے لوگ

لگے ہوئے ہیں، شنکارے اور اس کے ساتھیوں کو اگر اس کے باپ سے پانچ ہزار روپے لینے تھے اور وہ شالی کو بیچ کر اپنے روپے وصول کرنا چاہتے تھے تو پھر اب یہ نقاب پوش کہاں سے آ کودا"

"ہو سکتا ہے، اسے شالی کے باپ سے دس ہزار روپے لینے ہوں" آفتاب نے منہ بنایا۔

"لاحول ولاقوۃ، جب بات کرو گے بے تکی کرو گے۔"

"تمہاری بات کا جواب اس سے زیادہ مناسب اور کیا ہو سکتا ہے، یہ ذرا تم ہی بتا دو"۔ آفتاب بولا۔

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اور چکر ہے، میرا مطلب ہے، پانچ ہزار روپے کی کہانی فرضی ہے۔"

"لیکن یہ کہانی تو ہمیں خود شالی نے سنائی ہے اور شالی کو ابا جان صبح اس ادارے کے دفتر بھی چھوڑنے گئے تھے جہاں وہ کام کرتی ہے۔ اگر وہ دھوکے باز ہوتی تو اس کا ادارہ کہاں سے پیدا ہو گیا اور پھر ابا جان تو فوراً محسوس کر لیتے ہیں کہ فلاں آدمی دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"ہاں! تمہاری باتوں میں وزن ہے۔"

"شکر ہے کہ تمہیں میری باتوں میں وزن محسوس ہونے لگا۔ حالانکہ ابھی ابھی تم نے کہا تھا کہ میں بے پر کی اڑاتا رہتا ہوں۔۔۔۔ ارے یاد آیا، شالی تو یہ تسلیم کر چکی ہے کہ اس کی کہانی فرضی تھی،

Dil Ka dor
IndiaFanz.com

اصل بات ابھی وہ بتا ہی نہیں سکی۔"

"وہ دیکھو ۔ ۔ ۔ ۔ سرخ بتیاں ۔ ۔ ۔ ۔" آصف پرجوش لہجے میں بولا۔ "بس اب رفتار نہ بڑھاؤ، کہیں انہیں شک نہ ہو جائے ۔ ۔ درمیانی فاصلہ اتنا رہے کہ بس ہم ان کا ٹھکانا معلوم کر لیں۔"

"بہت بہتر سر!" آفتاب نے اس کی ہدایات پر چڑ کر کہا۔ اور رفتار قدرے کم کر دی۔

"آخر یہ لوگ شالی کو لے کر کہاں جا رہے ہیں۔"

"کہیں نہ کہیں تو ضرور لے جا رہے ہیں، ورنہ کار دوڑ نہ رہی ہوتی۔"

"واقعی! اس سے زیادہ عقلمندانہ جواب تم دے بھی نہیں سکتے"

"تم میرے پیچھے ہی کیوں پڑ گئے ہو، اس سڑک پر چار آدمی شالی کو اغوا کر کے لیے جا رہے ہیں، ان کے پیچھے پڑو نا۔"

"ان کے پیچھے تو ہم دونوں ہی جا رہے ہیں۔"

"اچھا ذرا خاموش رہو۔ موٹر سائیکل بھی ہماری باتیں سن کر کیا سوچتی ہوگی۔" آفتاب نے جل بھن کر کہا اور کار کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہمارے پرانی واقف ہے، سوچے گی کیا۔"

"ارے! کار تو پہاڑی کی طرف مڑ گئی ہے۔" آفتاب کے منہ سے نکلا۔

"تو کیا ہوا، تم بھی موڑ لینا جب موڑ آئے گا"

کار اب نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

پھر آفتاب نے بھی موٹر سائیکل پہاڑی سڑک پر ڈال دی۔ اس سڑک پر کوئی ایک میل تک چلنے کے بعد انہیں کار رکتی نظر آئی۔ انہوں نے بھی فوراً موٹر سائیکل روک لی۔

"یہاں سے ہم پیدل چلیں گے۔" آفتاب نے کہا۔

آصف نے کوئی جواب نہ دیا۔ سڑک کے دونوں طرف پہاڑیاں تھیں، وہ ان پہاڑیوں کے ساتھ لگ کر آگے بڑھنے لگے۔ یوں بھی تاریکی تھی اور ان کے دیکھ لیے جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔

"آج انکل بھی تو گھر نہیں آئے تھے، اس وقت وہ ساتھ ہوتے تو مزا آجاتا۔" آصف بولا۔

"آہستہ آواز میں بات کرو، بلکہ سرگوشی میں کرو، پہاڑیوں میں آواز گونجتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ان لوگوں تک پہنچ گئی تو ہمارے استقبال کے لیے تیار ہو جائیں گے، جب کہ ہم چاہتے ہیں وہ ہمارا استقبال نہ کریں۔" آفتاب بولا۔

"تو تم بھی کونسا سرگوشی میں بولے ہو۔" آصف نے جل کر کہا۔

"بس اس وقت سے سرگوشیاں شروع۔" آفتاب مسکرایا۔

دونوں مسلسل آگے بڑھتے رہے۔

"جہاں تک میرا خیال ہے، ابا جان زیورات والے کیس میں الجھے ہوئے ہیں۔ بیدار بخت ان کے دوست ہیں وہ چاہتے ہوں

Dil Ka chor
UrduFanz.com

گے کہ زیورات کا مسئلہ جلد از جلد حل ہو جائے"

"لیکن اس قسم کے کیس حل کرنا ان کا کام نہیں" آصف نے اعتراض کیا۔

"بھئی جب دوستی کا معاملہ آجائے تو سبھی کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

"وہ دیکھو۔۔۔ پہاڑی کے اوپر ایک جنگلا سا بنا ہوا ہے۔۔۔ اور اس جنگلے کے دوسری طرف مجھے ایک پہاڑی مکان سا نظر آ رہا ہے، معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ شالی کو اس مکان میں لے گئے ہیں، کیوں نہ ہم واپس شہر جا کر انکل کو لے آئیں"

"ایسا نہ ہو کہ ہم ادھر جائیں اور یہ کسی اور طرف نکل جائیں، اس طرح ہم شاید شالی کو نہ پا سکیں" آفتاب نے کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔ خیر دیکھا جائے گا آؤ آگے چلتے ہیں"

"ویسے بھی میں چاہتا ہوں، ابا جان زیورات والا کیس حل کرتے رہ جائیں اور ہم ادھر میدان مار لیں، یعنی ابا جان کی مدد کے بغیر شالی کے دشمنوں کو گرفتار کر لیں۔"

"لیکن ہم دونوں بھلا ان لوگوں کو کس طرح گرفتار کر سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس پستول بھی ہیں" آصف نے منہ بنایا۔

"ہم انہیں گرفتار کر سکتے ہیں" آفتاب مسکرایا۔

"آخر کیسے"

"عقل سے" آفتاب نے کہا اور جلدی جلدی آگے بڑھنے

لگا۔ آصف نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ دونوں جنگلے کے پاس پہنچ گئے۔ جنگلے کے دوسری طرف پہاڑی کے دامن میں پتھروں کا بنا ہوا ایک مکان تھا۔ اس کے سامنے وہ کار بھی موجود تھی جس پر شالی کو لایا گیا تھا۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا مکان کے باہر ان میں سے کوئی بھی دکھائی نہ دیا، آخر دونوں اندر داخل ہو گئے۔ عین اسی وقت کوئی چیز ان کے اوپر آن گری۔ آصف نے چند سیکنڈ پہلے اس چیز کو اوپر سے گرتے ہوئے محسوس کر لیا، اس لیے اس نے ایک چھلانگ لگائی اور آگے نکل گیا۔ دوسرے لمحے وہ کسی کے مضبوط ہاتھوں میں تھا۔ اس نے بوکھلا کر دیکھا وہ شنکارے کا ساتھی تھا۔ گھبرا کر اس نے آفتاب کی طرف دیکھا۔ آفتاب اسے ایک جال میں پھنسا نظر آیا۔ اس کے پاس وہی نقاب پوش کھڑا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ بری طرح پھنس گئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا کی مدد کے بغیر اکیلے ہی اکیلے جو کیس حل کرنے کا خواب دیکھا تھا، وہ چکنا چور ہو گیا تھا۔

"لے چلو انہیں بھی اندر، خود کو بہت چالاک سمجھتے ہیں، حالانکہ بہت پہلے میں نے ان کی موٹر سائیکل کو دیکھ لیا تھا۔"

"اگر دیکھ لیا تھا تو ہمیں بتایا کیوں نہیں" آفتاب نے جال کے اندر جھنجلا کر کہا اور آصف کو اس کے اوٹ پٹانگ جملے پر ہنسی آگئی۔

"ہائیں! تم ہنس رہے ہو، میں جال میں پھنسا ہوں۔ ایسے میں

Dil Ka chor
UrduFanz.com

تمہیں ہنستے ہوئے شرم آنی چاہیے۔" آفتاب تلملا اٹھا۔

"وہ تو آ رہی ہے بھائی، لیکن میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔"

"ڈوب مرو، اس نقاب پوش کو ایک پٹخنی دو اور پھر دوسروں سے ٹکرا جاؤ، اس کے بعد اس جال کے ٹکڑے اڑا دو۔"

"یار تم تو زبان ہلانے اور عمل کرنے کو برابر سمجھتے ہو۔"

"اچھا تو پھر ٹھیک ہے۔ مت کر کچھ، ابا جان کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلے گا کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"تم دونوں بے وقوف ہو، آخر تمہیں شالی کے پیچھے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

"بھائی اس نے ہمارے ہاں پناہ لے رکھی تھی، ہم جب کسی کو پناہ دے دیتے ہیں تو پھر جان کی بازی لگا کر بھی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔"

"تو یہ تم نے جان کی بازی لگائی ہے" نقاب پوش ہنسا۔

اس کی ہنسی کی آواز سن کر آفتاب کا جی چاہا، اس کی بوٹیاں نوچ ڈالے مگر وہ جال کے اندر کسمسا کر رہ گیا، پھر جال کو اندر کی طرف گھسیٹا جانے لگا۔ آصف کو شومی نے بازوؤں پر اٹھا لیا، اور اندر لے آیا۔ اسی وقت آفتاب بھی جال سمیت اندر گھسیٹ لیا گیا۔ انہوں نے دیکھا شالی پتھروں سے بنے اس کمرے کے ایک کونے میں کھڑی تھی۔

"شالی کو اٹھا دو۔" نقاب پوش نے کہا۔

Dil Ka chor
UrduFanz.com

بنیادی حیثیت

انسپکٹر کامران مرزا بری طرح چکرا گئے تھے۔ تنویر بخاری کی کہانی بھی فرحان بابر سے مختلف نہیں تھی۔ وہاں سے نکلے تو یہ سوچ رہے تھے، اب کیا کریں، کہاں جائیں، کس سے ملیں۔ اچانک انہیں ایک خیال آیا۔ انہوں نے جیپ ایک بوتھ کے پاس روک لی اور بیدار بخت کے نمبر ڈائل کیے۔ بیدار بخت ابھی سویا نہیں تھا، اس لیے فوراً ہی جواب ملا۔

"بیدار بخت بول رہا ہوں۔"

"میں کامران مرزا ہوں، کیا تم مجھے جبار بیگ کا پتا بتا سکتے ہو۔"

"کیوں! اس سے کیا کام آ پڑا، ہاں زیورات کے سلسلے میں کیا رہا....."

"اسی سلسلے میں جبار بیگ سے ملنا ہے۔"

"وہ بھلا کیا کر سکے گا۔"

"میں ایک خیال کے تحت اس سے ملنا چاہتا ہوں، تم پتا بتاؤ"

"بہتر ہے، نوٹ کر لو۔"

انہوں نے پتا اپنی نوٹ بک میں لکھا' اقبال خاں کو فون پر ہدایات دیں اور جبار بیگ کی طرف چل پڑے۔ جب سے زیورات کا چکر شروع ہوا تھا' انہوں نے اطمینان کا سانس نہیں لیا تھا' اور تنویر بخاری کے بارے میں سن کر تو وہ بہت فکر مند ہو گئے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ کوئی شخص زیورات کے پیچھے کیوں پڑ گیا تھا' تاہم وہ یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ یہ وارداتیں کرانے والا لاکھوں روپے روزانہ لوٹ رہا ہے' لیکن کس طرح' ابھی تک یہ بات صاف نہیں ہو سکی تھی۔ روحی منیر اور امید افزا کے نام سامنے آنے پر یہ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا تھا کہ کوئی لڑکی یا کچھ لڑکیاں بھیس بدل کر گھروں میں عارضی طور پر ملازم ہو جاتی ہیں اور زیورات اڑا لیتی ہیں' بات اگر یہیں تک ہوتی تو کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس قدر جلد اصلی زیورات کی جگہ نقلی زیورات کس طرح رکھ دیے جاتے تھے۔ نقلی زیورات بنا لینا مشکل نہیں تھا' لیکن اس کے لیے اصلی زیورات کا سامنے ہونا ضروری تھا اور پھر اس کام میں بھی کچھ وقت لگتا ہے۔ یہ سب باتیں چکرا دینے والی تھیں۔۔۔ فرحان بابر کے ملازموں کو چیک کرنے کی بھی اب ضرورت نہیں رہی تھی' کیونکہ تنویر بخاری کے ہاں بھی یہی چکر چلا ہوا تھا۔ انہوں نے دروازے کی گھنٹی بجائی تو دروازہ خود جبار بیگ نے کھولا۔ انسپکٹر کامران مرزا کو اس نے حیران ہو کر دیکھا۔

"کیا آپ نے کوئی ملازم نہیں رکھا۔" ایک دوسرے سے ہاتھ ملانے کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے پوچھا۔

"ملازم تو گھر میں تین تین ہیں' لیکن اس وقت وہ سونے کے لیے جا چکے ہیں اور جب ملازم سونے کے لیے چلے جائیں تو میں انہیں جگانا پسند نہیں کرتا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" انہوں نے تعریف کی پھر اس کی طرف دیکھ کر بولے۔

"شاید آپ کہیں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔"

"جی ہاں! آپ نے یہ اندازہ شاید مجھے کوٹ پتلون پہنے دیکھ کر لگایا ہے' میں اس وقت اپنے کلب جانے والا تھا۔ ہر روز رات کو کچھ وقت کلب میں گزارتا ہوں' دراصل میں اکیلا آدمی ہوں۔"

"اوہو! آپ کے بیوی بچے نہیں ہیں کیا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بیوی فوت ہو گئی ہے اور بچے ہوسٹلوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ ۔۔۔ آپ اندر آئیے۔"

"آپ کو دیر تو نہیں ہو جائے گی۔"

"جی نہیں! ابھی کافی وقت ہے۔۔۔ تشریف لے آئیں۔" اس نے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا' کمرہ شاہانہ انداز سے سجا ہوا تھا۔ شاید جبار بیگ بہت دولت مند تھا۔

Dil Ka Chor
UrduFanClub.com

"زیورات کے بدلے جانے کی وارداتیں حیرت انگیز طور پر بہت تیزی سے ہو رہی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ چکر آپ کے اشارہ کرنے کے بعد شروع ہوا ہے۔"

"بات پھیل گئی ہوگی، بیدار بخت کی پارٹی میں بے شمار لوگ تھے اور سب کے سب دولت مند تھے۔ ہماری باتیں انہوں نے سن لی ہوں گی اور اپنے گھروں میں جا کر زیورات دیکھے ہوں گے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی ماہر کو بلا کر زیورات چیک کرائے ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اتنے بہت سے لوگوں کے زیورات کس طرح بدلے جا سکتے ہیں۔ ایک آدھ واردات کا ہونا تو خیر ممکن ہے۔"

"پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ ایک آدھ واردات کا ہونا کس طرح ممکن ہے۔"

"زیورات کو نہایت خاموشی سے چرا لیا جائے اور پھر اس کی نقل تیار کر کے واپس اس جگہ رکھ دی جائے، یہ ناممکن نہیں۔"

"لیکن اس قدر جلد نقل کس طرح تیار کی جا سکتی ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے الجھ کر پوچھا۔

"آج کے سائنسی دور میں یہ مشکل نہیں، پہلے اصل زیورات کی تصویر اتار لی جاتی ہے، پھر اس تصویر کا بلاک بنا لیا جاتا ہے اور اس بلاک کی مدد سے چند منٹوں میں نقلی زیور تیار ہو جاتا ہے۔"

"اور اس سارے کام میں کل کتنا وقت لگ جاتا ہوگا۔" انہوں

نے حیران ہو کر پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ ایک دن۔"

"اوہ!" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر بولے۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ! میں نے آپ کو ناوقت تکلیف دی، اب میں چلوں گا۔"

وہ ڈرائنگ روم سے نکلے، لیکن ایک عجیب سی آواز نے انسپکٹر کامران مرزا کے پاؤں جکڑ لیے۔ آواز کوٹھی کے ایک اور کمرے سے آ رہی تھی اور بہت مدھم تھی۔ اگر ان کے کان غیر معمولی تیز نہ ہوتے تو وہ اس آواز کو نہیں سن سکتے تھے، تاہم انہوں نے اس کا ذکر جبار بیگ سے کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے۔

گھر سے باہر نکل کر وہ جیپ میں بیٹھے اور جیپ کو پوری رفتار پر چھوڑا، لیکن موڑ مڑتے ہی انہوں نے یک دم جیپ روک دی، نیچے اترے اور پیدل جبار بیگ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ گھر کے پچھلی طرف انہیں ایک پائپ نظر آیا۔ انہوں نے جوتے اتار کر کوٹ کی جیبوں میں ٹھونسے اور پائپ پر چڑھنے لگے۔ پائپ سے چھت اور چھت سے نیچے پہنچتے ہی انہیں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ وہ سیدھے اس کمرے کی طرف بڑھے جس میں سے آواز آئی تھی اور دروازے سے کان لگا دیے، آواز اب صاف سنائی دینے لگی، یہ..... گھر گھر کی آواز تھی۔

اسی وقت انہوں نے قدموں کی آواز سنی، وہ فوراً کھسک

کر ایک تاریک گوشے میں آگئے۔ انہوں نے جبار بیگ کو باہر نکلتے دیکھا، وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے باہر آئے۔ اور پھر جبار بیگ کو گیراج کی طرف جاتے دیکھا۔ فوراً وہ زمین پر لیٹ گئے اور سینے کے بل رینگتے ہوئے کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل گئے، انہوں نے کار سٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ وہ اٹھے اور اپنی جیپ کی طرف لپکے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جبار بیگ کے تعاقب میں جا رہے تھے۔ جیپ انہوں نے اتنے فاصلے پر رکھی تھی کہ جبار بیگ کو ذرا بھی شک نہ ہو، کبھی کبھی وہ کار کی رفتار کم بھی کر لیتے اور اپنے اگلی کار ان کی نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتی۔ چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ وہ چونک اٹھے ..... جبار بیگ کی کار ایک سڑک پر مڑ گئی تھی... اور یہ سڑک شہر کی طرف نہیں جاتی تھی، نہ ہی اس سڑک پر کوئی کلب تھا، اس کا مطلب تھا، جبار بیگ کا یہ کہنا جھوٹ تھا کہ اسے کلب جانا ہے..... تو پھر یہ کہاں جا رہا ہے۔ انہوں نے سوچا لیکن کوئی اندازہ نہ لگا سکے۔

تھوڑی دیر بعد جبار بیگ کی کار شہری حدود سے باہر نکل گئی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اپنی کار کی لائٹیں بجھا دیں اور رفتار بڑھانے لگے۔ یہاں تک کہ اتنے فاصلے پر پہنچ گئے کہ جبار بیگ کی کار نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے یہ تعاقب چند منٹ اور جاری رہا۔ پھر انہوں نے دیکھا وہ پہاڑی علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے جبار بیگ

کی کار کو ایک پہاڑی کے اوپر جاتے دیکھا۔ اب کار کو تعاقب میں لے جانا خطرناک تھا۔ جبار بیگ کو شک ہو سکتا تھا۔ انہوں نے جیپ کو سڑک سے اتار کر انجن بند کر دیا اور خود جیپ سے اتر کر پیدل ہی اس سمت میں چلنے لگے جس طرف کار گئی تھی۔ جلد ہی وہ ایک پتھر کے بنے ہوئے مکان کے قریب پہنچ گئے۔ ایک طرف لوہے کا جنگلہ لگا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں انہیں سب کچھ دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا۔ اس تاریکی میں انہیں جبار بیگ نظر نہیں آیا۔ صاف ظاہر ہے وہ مکان کے اندر چلا گیا تھا۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھے اور کان دروازے سے لگا دیے۔ اسی وقت انہوں نے جبار بیگ کی آواز سنی، وہ گرجدار آواز میں کہہ رہا تھا۔

"خبردار! تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے۔"

○

شالی کے دونوں پیروں کو ملا کر ایک موٹے رسے سے جکڑا جانے لگا۔ آفتاب یہ دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ اس سے رہا نہ گیا۔

"یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو۔"

"چپ چاپ تماشہ دیکھو، ورنہ کسی کھڈ میں پھینک دیے جاؤ گے۔" نقاب پوش نے گرج کر کہا۔

"ان کے مشورے پر عمل کرو میرے ننھے ہمدردو، انہیں اپنی

Dil Ka Dhak
UrduFanz.com

مرضی کر لینے دو" شالی نے مسکرا کر کہا۔

" لیکن یہ سب چکر کیا ہے ؟" آفتاب بول اٹھا۔

" چکر! چکر تو اب یہی لوگ بتائیں گے، میں تو الٹا لٹکنے والی ہوں۔"

" نہیں شالی! الٹا لٹکنے کے بعد ہی تو تمہاری زبان فرفر چلے گی" اسی نقاب پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

" غلط خیال ہے تمہارا . . . . اس طرح میری زبان . . . . باہر کو لٹک آئے گی اور بولنے کے قابل نہیں رہے گی" شالی بولی۔

" خیر دیکھا جائے گا۔ لٹکا دو اسے۔"

شالی کے دونوں پیروں کو رسے سے جکڑا جا چکا تھا۔ اب رسے کا دوسرا سرا مکان کی چھت میں لگے ایک لوہے کے کڑے میں پرو کر دوسری طرف کھینچا جانے لگا، یہ کام شنکارے کے دونوں ساتھی مل کر کر رہے تھے، لیکن ایسا کرنے کے لیے انہیں کافی زور لگانا پڑ رہا تھا۔ شاید شالی بہت وزنی تھی۔ شالی کے دونوں پاؤں زمین سے اوپر اٹھتے چلے گئے اور پھر دھڑ بھی زمین چھوڑ گیا، یہاں تک کہ اس کا سر زمین سے تین فٹ اونچا ہو گیا۔ اب وہ رسے سے جھول رہی تھی۔

" ٹھیک ہے، اب رسے کے دوسرے سرے کو فرش میں لگے کڑے سے باندھ دو، تاکہ تم دونوں کو رسا سنبھالے نہ رہنا پڑے" نقاب پوش نے حکم دیا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ نقاب پوش نے پستول

جیب میں رکھ لیا۔ شنکارا وغیرہ پہلے ہی شالی کو باندھنے کے چکر میں پستول جیبوں میں رکھ چکے تھے۔

" ہاں شالی! اب میں چاہتا ہوں، تمہاری زبان فرفر چلے . . . . ہم جو کچھ جاننا چاہتے ہیں، وہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

" تم لوگ بچ نہیں سکو گے" شالی نے دانت پیسے۔

" یہاں اب تمہاری مدد کے لیے کون آئے گا . . . . ہم جانتے ہیں، تم اس ملک میں تنہا کام کر رہی ہو۔" نقاب پوش بولا۔

" خیر دیکھا جائے گا، اب تم سیدھی طرح بتا دو کہ . . . . "

" ٹھہرو! آخر ان غریب بچوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ان میں سے ایک کو تم نے جال میں جکڑ دیا ہے اور دوسرا شنکارے کے بازوؤں میں ہے۔ میں کہتی ہوں، انہیں چھوڑ دو۔"

" انہیں چھوڑ دیں، تاکہ یہ تمہارے لیے جان کی بازی لگا دیں، ہم اتنے بے وقوف نہیں"

" مس شالی! تم نے غلط کہا" اچانک جال کے اندر سے آفتاب بول پڑا۔ شالی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بولی:

" کیا مطلب . . . . میں نے کیا غلط کہا"

" تم نے ہمیں غریب بچے کہا ہے، لیکن یقین کرو، ہم دونوں میں سے کوئی بھی غریب نہیں، میرے والد اگرچہ ایک انسپکٹر ہیں، لیکن ایک بہت بڑی جائیداد کے مالک ہیں جو انہیں باپ دادا

Dil Ka dam
UrduFanz.com

کی طرف سے ملی ہے، یہ پیشہ تو وہ شوق کی خاطر کرتے ہیں، رہ گیا آصف۔ اس کے والد تو افریقہ میں سونے کی کان کے مالک ہیں۔"

"کیا کہا۔ سونے کی کانوں کے مالک ..." شالی زور سے چونکی۔

"ہاں! کیوں .... اس میں اس قدر حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کاش! یہ بات تم نے مجھے سے پہلے بتادی ہوتی۔" شالی کے منہ سے نکلی۔

"کیا مطلب!" اس مرتبہ آصف اور آفتاب نے ایک ساتھ چونک کر کہا، کیونکہ ان کی سمجھ میں بالکل یہ بات نہیں آئی تھی۔

"خیر کوئی بات نہیں، اب بھی کچھ نہیں گیا" شالی بولی۔

"ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ تم کیا کہہ رہی ہو" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔ آصف بھی برابر شالی کو گھورے جا رہا تھا۔

"بے وقوف لڑکے! تم شالی کو غلط سمجھتے رہے ہو.... ہم تمہیں ....."

اس کے الفاظ کا گلا گھٹ گیا۔ اسی وقت دروازے کو ایک زوردار ٹھوکر لگی تھی اور ایک شخص دونوں ہاتھوں میں پستول لیے اندر داخل ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی شالی پرجوش انداز میں چلائی۔

"وہ مارا .... جبار بیگ تم بڑے وقت پر پہنچے .... لیکن

تمہیں کس طرح معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ مجھے یہاں لائے ہیں۔"

آصف اور آفتاب کا مارے حیرت کے برا حال تھا۔ جبار بیگ کا نام وہ زیورات کے نقلی ہونے کے سلسلے میں سن چکے تھے، لیکن یہاں بھلا جبار بیگ کا کیا کام .... اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ کہ اس کا شالی سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے سنا، جبار بیگ کہہ رہا تھا۔

"میں نے انسپکٹر کامران مرزا کے گھر فون کیا تھا .... تم وہاں نہیں تھیں، بیگم کامران مرزا نے میرا نام پوچھا میں نے فوراً راٹھر کا نام بتادیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ تم میرے ادارے میں ملازم ہو۔ اس پر بیگم کامران مرزا نے بتایا کہ ابھی ابھی تمہیں ایک نقاب پوش اور شنکارا وغیرہ اٹھا کر لے گئے ہیں، چنانچہ میں سیدھا یہاں چلا آیا"

"لیکن تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ لوگ مجھے یہاں لائیں گے"

"یہ میرا اندازہ تھا کہ یہ لوگ تمہیں یہیں لائیں گے، آخر یہ لوگ ہماری ٹولی میں رہے ہیں۔"

"شاید ہم پاگل ہو جائیں گے" آفتاب نے چلا کر کہا۔

جبار بیگ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر آصف پر بھی اس کی نظر پڑی۔

"یہ کون ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"انسپکٹر کامران مرزا کے بچے۔"

Dil Ka Dhar
UrduFanz.com

"ان لوگوں سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں، لہذا انہیں چھوڑ دینا چاہیے لیکن پہلے تمہیں اس رسے سے نجات دلانی چاہیے" جبار بیگ نے کہا۔

"اس طرح تمہیں پستول ہاتھ سے رکھنا پڑے گا۔۔۔۔ بہتر ہوگا، ان لوگوں کو حکم دو کہ مجھے رسے کی قید سے چھڑائیں اور آفتاب کو بھی جال سے نکال دیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے، چلو بھئی نقاب پوش صاحب۔۔۔۔ ان لوگوں کو کھول دو۔"

"میں اب تک نہیں سمجھی کہ یہ نقاب پوش کون ہے۔"

"ابھی جب ہم اس کے چہرے سے نقاب الٹیں گے تو معلوم ہو جائے گا۔۔۔۔ اسے تم نے سنا نہیں"۔ جبار بیگ نے نقاب پوش کو ڈانٹا۔

"تم لوگ بچ نہیں سکو گے" نقاب پوش غرایا۔

"جو کہا گیا ہے، پہلے اس پر عمل کرو، ورنہ میں گولی چلانے کے معاملے میں بہت جلد باز ثابت ہوا ہوں۔"

"اچھا! شنکار سے۔ اسے جال سے آزاد کر دو اور شالی کا رسہ کھول دو۔"

"شالی تم دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا دینا، کہیں یہ تمہیں یک دم نہ گرا دے۔"

تھوڑی دیر بعد شالی اور آفتاب آزاد ہو چکے تھے۔ آفتاب اپنے جسم اور ہاتھوں پیروں کو ادھر ادھر ہل دے رہا تھا، شاید جال بہت تنگ تھا۔

"بہت بہت شکریہ انکل! اگر آپ کا نام جبار بیگ ہے تو آپ ضرور بیدار بخت کے دوست ہیں اور بیدار بخت چونکہ میرے والد صاحب کے دوست ہیں، اس لیے میرے انکل ہیں، اگر وہ انکل ہیں تو آپ بھی انکل ہو گئے۔ آپ نے میرے انکل کہنے کا برا تو نہیں مانا" اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں! تم لوگوں سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے، یوں بھی شالی کو تم لوگوں نے پناہ دی تھی۔ اس لیے بھی میں تمہیں آزاد دیکھنا چاہتا تھا، ہم یہاں سے فارغ ہو کر تمہیں شہری حدود تک چھوڑ آئیں گے، فکر نہ کرو۔"

"بہت اچھا، میں فکر نہیں کرتا، آصف تم بھی فکر نہ کرنا" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اچھا! لیکن اپنے انکل سے یہ تو پوچھ لو، یہ سب چکر کیا ہے"

"چکر۔۔۔۔ ارے بھئی چکر کیا ہو سکتا ہے، میرا خیال ہے، یہ زیورات کا چکر ہے۔"

"زیورات کا چکر!" آصف کے منہ سے نکلا اور جبار بیگ کے ساتھ دوسرے بھی آفتاب کو چونک کر دیکھنے لگا۔

"ہاں بھئی! انکل جبار بیگ اور بیدار بخت کا نام ہم نے

زیورات کے سلسلے میں ہی سنا تھا اور ابا جان اس سلسلے میں بھاگ دوڑ کرتے پھر رہے ہیں، یہ اور بات ہے کہ وہ بھاگ دوڑ میں ہی مصروف ہیں اور ہم یہاں پہنچ گئے"

"تم لوگ بہت چالاک ہو، خیر میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے"

"چلو مان لیا، اب یہ بتا دو کہ اصل چکر کیا ہے"

"تم نے جان تو لیا ہے، زیورات کا چکر ہے۔" جبار بیگ مسکرایا۔

"صرف اسی قدر اندازہ لگا سکا ہوں۔ پوری بات بتاؤ تو تمہیں سچ مچ کا انکل بنا لوں گا۔"

"اچھا بھتیجے! میں تمہاری خواہش ضرور پوری کروں گا، بلکہ میں نہیں، تمہاری خواہش شالی پوری کرے گی، کیونکہ اس سارے چکر میں بنیادی حیثیت شالی کی ہے۔"

"کیا!!" دونوں کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

پیاری ترکیب

وہ شالی جو انہیں شنکارے کے آگے بھاگتی ملی تھی اور جسے وہ مظلوم سمجھ کر اپنے گھر لے آئے تھے، پھر شنکارے سے اسے بچانے کے لیے کافی جدوجہد کرنا پڑی تھی، اب اس کیس میں بنیادی حیثیت کی مالک بتائی جا رہی تھی، آفتاب اور آصف حیران نہ ہوتے تو کیا کرتے۔ جب دونوں کافی حیران ہو چکے تو آصف نے پوچھا۔

"اگر بنیادی حیثیت شالی کی ہے انکل تو آپ کس خانے میں فٹ ہوتے ہیں۔"

"میں شالی کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا ہوں۔"

"اور یہ مس شالی آخر کون ہے، کیا بلا ہے، شنکارے کے پاس اس نقاب پوش سے شالی کو کیا دشمنی ہے ..... زیورات کا معاملہ کیا ہے، یہ سب باتیں ہمیں بتا دیں۔"

"ضرور بتاؤں گی تم بہت اچھے ہو، میں نے کچھ وقت تمہارے گھر میں گزارا ہے۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے ..... بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہارے ملک کی باشندہ نہیں ہوں، میں ایک

Dil Ka chor
UrduFanz.com

پڑوسی ریاست کی ہوں اور وہاں کی سیکرٹ سروس کی انچارج ہوں ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ پچھلے دنوں ہماری ریاست شدید بحران میں مبتلا ہوگئی، بہت سے سیاسی چکر چل نکلے، توڑ پھوڑ شروع ہوگئی، بے شمار کارخانے فیکٹریاں اور ملیں جلا دی گئیں اور اس ساری توڑ پھوڑ کی سازش میں ہماری ایک اور پڑوسی ریاست کا ہاتھ تھا، وہ ہمیں کمزور کر کے ریاست کی باگ ڈور خود سنبھالنا چاہتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہماری حکومت نے گڑبڑ پر قابو پایا، لیکن جب حالات کا جائزہ لیا گیا تو پتا چلا، مالی لحاظ سے ریاست بے حد کمزور ہو چکی ہے۔ اسے دوبارہ طاقتور بنانے کے لیے سرمائے کی ضرورت ہے، ہم نے اپنے دوست ملکوں سے مدد کی درخواست کی، لیکن کسی نے مدد دینے کا وعدہ نہ کیا۔ ۔ ۔ اب تو ہم بہت پریشان ہوئے، آخر مجھے طلب کیا گیا ۔ ۔ ۔ مجھے بتایا گیا کہ حکومت کسی نہ کسی طرح بھاری تعداد میں دولت حاصل کرنا چاہتی ہے ۔ ۔ ۔ دولت بھی وہ ہو جو سونے کی شکل میں ہو۔ میں نے حالات کا جائزہ لیا، اردگرد کے ملکوں کے حالات کو بھانپا، دوسرے ملکوں کے بارے میں مجھے زبردست معلومات ہیں، تمہارے ملک کے بارے میں میں جانتی تھی کہ یہاں کے لوگوں کے پاس بہت سونا ہے۔ یہاں کے جیولروں کے پاس بھی سونا بڑی مقدار میں موجود رہتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک پروگرام بنایا ۔ ۔ ۔ یہاں آئی، یہاں ہماری حکومت کی طرف سے جبار بیگ جاسوس پہلے سے موجود تھا۔

میں نے اسے ساتھ ملایا ۔ ۔ ۔ اور پروگرام بنایا، اتفاق سے جبار بیگ زیورات بنانے میں حیرت انگیز مہارت رکھتا ہے اور کسی زمانے میں یہ بھی کام کرتا تھا۔ یہ اگرچہ اسی ملک میں پلا بڑھا، لیکن اس کے والدین ہماری ریاست کے باشندے تھے، اسی لیے قدرتی طور پر ہماری ریاست کا ہمدرد تھا، چنانچہ ہماری حکومت نے اسے یہاں اپنا جاسوس مقرر کر دیا، تاکہ ضروری معلومات حاصل ہوتی رہیں، یوں ہماری حکومت اور تم لوگوں کی حکومت کے آپس میں تعلقات خراب نہیں ہیں، بلکہ تقریباً دوستانہ ہی ہیں۔ پھر بھی جاسوس تو رکھنے پڑتے ہیں۔ کیا خبر کس وقت تعلقات ناخوش گوار ہو جائیں۔ میں نے پروگرام یہ بنایا کہ بڑے بڑے جیولرز کے زیورات اڑا لیے جائیں، لیکن ان دکانوں کے حفاظتی انتظامات دیکھ کر اس پروگرام کو کینسل کرنا پڑا ۔ ۔ ۔ ۔ اب میں نے بڑے بڑے دولت مندوں کے زیورات اڑانے کا پروگرام بنایا ۔ ۔ ۔ ۔ میں ان گھروں میں ملازمت کے لیے جاتی، چند دن وہاں گزارتی، ہر بار اپنے چہرے میں تبدیلی بھی کر لیتی، بلکہ کچھ لڑکیوں کو دیکھ کر ان کا حلیہ اختیار کر لیتی اور نام پتا بھی ان کا لکھوا دیتی، بڑے بڑے سیٹھوں اور دولت مندوں کے نام اور پتے جبار بیگ مجھے دیتا رہا اور میں وہاں سے زیورات اڑا اڑا کر اس کے حوالے کرتی رہی۔ یہ زیورات کی نقل ایک دن میں تیار کر دیتا اور میں نقلی زیورات کو اصلی زیورات کی جگہ رکھتی رہی، دوسری طرف جبار بیگ زیورات کو سونے

Pak Ka chat
PakFanz.com

کی سلاخوں میں تبدیل کرتا رہا اور ہیرے لگ جمع کرتا رہا' یہ کام نہایت اطمینان سے مہینوں سے جاری تھا کہ ہماری دشمن ریاست کو اس پروگرام کی بھنک پڑ گئی' اس نے اپنے جاسوس کو میرے پیچھے لگا دیا، میں نے خود کو شک سے بچانے کے لیے ایک ادارے آرتھر اینڈ کو میں ملازمت کرلی' اخبار میں ملازمت کے لیے اشتہار شائع ہوا تھا' لیکن میرا تعاقب جاری رہا۔ آخر میں نے اور جبار بیگ نے یہ پروگرام بنایا کہ پولیس کو اپنے دشمنوں کے پیچھے لگا دیا جائے اور اس کے لیے ترکیب یہ کی گئی کہ میں جان بوجھ کر تم دونوں کے پاس سے خوفزدہ انداز میں گزری' اس وقت بھی اس نقاب پوش کے دو ساتھی میرے تعاقب میں تھے' چنانچہ تم دونوں مجھے مظلوم سمجھ کر گھر لے آئے۔ میں نے فرضی کہانی سنا کر تم لوگوں کو متاثر کر ڈالا' لیکن گھر میں بھی نقاب پوش کا ساتھی شنکارا آگیا۔۔۔ اور ادھر بیدار بخت کی پارٹی میں جبار بیگ سے عقل مندی یہ ہوئی کہ بیگم بیدار بخت کے زیورات کو نقلی بتا بیٹھا۔۔۔ حالانکہ یہ جانتا تھا' یہ میرا کام ہے پھر بھی غیر ارادی طور پر اس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ زیورات نقلی ہیں، یہاں سے تمہارے والد اس کیس میں شامل ہوتے ہیں' انہوں نے تفتیش شروع کردی' میں جبار بیگ سے شہر میں ملنے کی بجائے' یہاں ملا کرتی تھی' یہ مکان بے آباد پڑا تھا' ہم نے اسے اپنا ٹھکانا بنالیا۔ رات کو ہم یہاں آکر زیورات کا تبادلہ کر لیتے تھے۔۔۔۔

نقاب پوش کے ساتھیوں نے بھی اس ٹھکانے کو دیکھ لیا' انہوں نے یہاں سونا تلاش کرنے کی کوشش بھی کی' لیکن وہ انہیں یہاں نہیں ملا یہ مجھے اٹھا کر لانے میں کامیاب ہوگئے' اور لے کر بھی یہاں آئے۔ کیوں کہ ان کے خیال میں ہم نے سونا یہیں چھپا رکھا ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔" یہاں تک کہہ کر شالی خاموش ہوگئی

"اور اس طرح تم لوگوں نے کتنا سونا جمع کرلیا۔" آصف نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اپنی امیدوں سے زیادہ' ہماری چھوٹی سی ریاست کے لیے وہ سونا بہت ہے" شالی نے کہا۔

"مسٹر جبار بیگ اور شالی صاحبہ۔ ابھی ابھی تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ ہم لوگوں سے تمہیں کوئی دشمنی نہیں ہے' لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تم لوگ ہمارے دشمن ہو۔" آفتاب نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب!" شالی اور جبار بیگ چونکے۔

"اوہو! یہ خیالات' مگر تم دونوں کر بھی کیا سکتے ہو۔" جبار بیگ نے کہا۔

"ایسا نہ کہو جبار بیگ' میں نے ان کے کام دیکھے ہیں' ان سے ہوشیار رہو اور اب چونکہ انہوں نے دشمنی کا اعلان کردیا ہے۔ لہذا انہیں بھی نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کو باندھ کر یہیں

Dil Ka Chor
UrduFanz.com

چھوڑ جاتے ہیں۔ پہلے رسیوں سے باندھیں گے اور پھر اس مکان کا دروازہ باہر سے بند کر دیں گے، اگر یہ کسی طرح خود کو رسیوں سے آزاد بھی کرالیں، تب بھی باہر نہیں نکل سکیں گے، کیونکہ یہ پتھر کا مکان ہے اور دروازہ بھی کسی قلعے کے دروازے سے کم نہیں۔"

"ٹھیک ہے، تو پھر تم پستول سنبھال لو۔ میں انہیں باندھتا ہوں"

"اور اس کے ساتھ ہی ذرا نقاب پوش کا چہرہ بھی مجھے دکھا دینا، میں جاننا چاہتی ہوں، یہ کون ہے، میرے راستے میں روڑے اٹکاتا رہا اور جس کی حکومت ہماری ریاست میں بدامنی پھیلاتی رہی ہے، بلکہ میں تو یہ بہتر خیال کرتی ہوں کہ انہیں باندھ کر یہاں چھوڑ جانے کی بجائے ختم کر دیا جائے، صرف آفتاب اور آصف کو باندھ کر لاشوں کے پاس چھوڑا جائے۔"

"بہت پیاری ترکیب ہے" جبار بیگ نے کہا۔

"بس تو پھر اس پر عمل کر ڈالو۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ....." شالی کہتے کہتے رک گئی اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں، یہ دیکھ کر دوسروں نے بھی گھوم کر ادھر دیکھا، لیکن ایسے میں بھی جبار بیگ کی توجہ پستول اور ان سب پر رہی، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت نقاب پوش اس پر چھلانگ لگا چکا تھا۔

انہوں نے دیکھا، دروازے میں انسپکٹر کامران مرزا

کھڑے مسکرا رہے

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے۔ شاید ان میں سے کسی کو بھی ان کے یہاں پہنچ جانے کی امید نہیں تھی۔ انہوں نے سب پر ایک نظر ڈالی اور بولے:

"میں سب باتیں سن چکا ہوں، ساری بات صاف ہو چکی ہے۔ سوائے اس کے کہ نقاب پوش کون ہے، ویسے میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ یہ کون ہے اور میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ سونا کہاں ہے، سونا جبار بیگ کے گھر میں موجود ہے، وہیں یہ اصل زیورات کے نمونے کے نقلی زیورات بناتا تھا۔ اور اصل زیورات کو سلاخوں میں تبدیل کرتا تھا.... میں یہ اندازہ بھی لگا سکتا ہوں کہ یہ سونا سمندر کے راستے شالی اپنی ریاست میں لے جانے کا پروگرام بنا چکی ہے، سمندر میں ضرور اس کے کچھ ساتھی لانچ لیے تیار ہوں گے جس پر مچھلیاں بھی ہوں گی۔ تاکہ یہ خیال کیا جائے کہ شکاری لوگ ہیں۔

"تم سب لوگ میرے ملک کے چور ہو، لہذا تم خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

"پستول اس وقت میرے ہاتھ میں ہے انسپکٹر، لہذا تم بھی ہاتھ اوپر

Pail Ka chor
UrduFanz.com

اٹھا دو۔"

"میں ہاتھ اوپر نہیں اٹھایا کرتا ۔۔۔۔ تم بے شک فائر کر دو۔"

جبار بیگ جھلا اٹھا، اس نے رخ موڑا اور فائر کرنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ لیکن اسی وقت نقاب پوش اس سے ٹکرا گیا۔ جبار بیگ اوندھے منہ گرا، پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ شالی نے پستول پر چھلانگ لگائی، لیکن آفتاب اس کے راستے میں آ گیا اور ٹانگ آگے کر دی، وہ بھی اوندھے منہ گری۔ اتنے میں نقاب پوش پستول تک پہنچ گیا۔ لیکن اس کے منہ پر انسپکٹر کامران مرزا کی ایک ٹھوکر لگی۔ وہ منہ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت شالی نے ہاتھ بڑھا کر پستول اٹھا لیا، شنکارے نے بھی پستول پر چھلانگ لگائی تھی، لیکن وہ درمیان میں ہی رہ گیا۔

"خبردار! اب میں بالکل برداشت نہیں کروں گی، ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

نقاب پوش نے پاگلوں کی طرح ایک قہقہہ لگایا اور شالی پر چھلانگ لگا دی۔ شالی کے ہاتھ سے بھی پستول نکل گیا۔۔۔ اور نہ جانے کہاں جا گرا۔ کسی نے اسے گرتے نہ دیکھا۔ سب نے ایک لمحے کے لیے بوکھلا کر پستول کی تلاش میں نظریں گھمائیں اور پھر اس سے پہلے کہ انہیں اپنی جیبوں میں رکھے پستولوں کا خیال آتا، وہ ایک دوسرے سے بھڑ گئے کمرے میں ایک عجیب قسم کی ہڑبونگ مچ گئی۔ نقاب پوش اور جبار بیگ آپس میں الجھ گئے تھے۔ شومی نے شالی پر چھلانگ لگا دی اور

اس سے الجھ گیا۔ شنکارا انسپکٹر کامران مرزا کے حصے میں آیا۔ آفتاب اور آصف کے لیے بانکا بچ گیا۔

"آؤ بھئی بانکے، ہم تم سے دو دو ہاتھ کر لیں، انہوں نے تو اپنے اپنے پارٹنر چن لیے ہیں" آفتاب ہنسا۔

"آصف! دروازہ اندر سے بند کر دو، میں نہیں چاہتا، ان میں سے کوئی فرار ہو جائے۔" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔ آصف فوراً دروازے کی طرف جھپٹا، موقع دیکھ کر بانکے نے آفتاب کو دبوچ لینا چاہا لیکن وہ جُل دے کر دوسری طرف نکل گیا۔

"بھئی! میں اتنا آسان شکار ثابت نہیں ہوں گا۔"

بانکے نے جھلا کر ایک مکا اس کے منہ پر دے مارا، آفتاب نیچے بیٹھ گیا۔ اس کا مکا دیوار پر لگا۔

"معلوم ہوتا ہے، باکسنگ کی مشق کر رہے ہو" آفتاب بولا۔

بانکے کا مارے غصے کے برا حال ہو گیا۔ اس نے اندھا دھند آفتاب پر چھلانگ لگائی اور اس سے ٹکرایا۔ آفتاب لڑکھڑا گیا، ادھر سے آصف آ رہا تھا، اس سے بری طرح ٹکرایا اور دونوں گرے۔ بانکا وحشیانہ انداز میں مسکرایا اور ان دونوں پر جھپٹا، دونوں نے ایک ساتھ کروٹ لی اور بانکا زمین پر گرا، بس پھر کیا تھا، دونوں اسے چھاپ بیٹھے اور اس پر کودنے لگے۔

ادھر انسپکٹر کامران مرزا اور شنکارے میں زبردست مقابلہ ہو رہا

Dil Ka Chor
UrduFanz.com

تھا۔ شنکارا اس وقت بھی لوہے کے لباس میں تھا اور یہی وجہ تھی کہ انسپکٹر کامران مرزا کے مکّے اس کا کچھ نہیں بگاڑ رہے تھے الٹا انہی کے ہاتھوں پر چوٹ لگ رہی تھی۔ اس صورتِ حال نے انسپکٹر کامران مرزا کو جھلاہٹ میں مبتلا کر دیا، وہ اچانک جھکے اور اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔

شالی شومی کو بری طرح چکرائے ڈال رہی تھی، اچانک اس کا ایک مکّا شومی کی گردن پر اس زور سے لگا کہ وہ الٹ گیا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ شالی جبار بیگ کی مدد کے لیے آگے بڑھی، کیونکہ نقاب پوش اسے رگڑے ڈال رہا تھا۔ لیکن انسپکٹر کامران مرزا نے اسے بالوں سے پکڑ لیا اور ایک زوردار جھٹکا دیا۔

"ان دونوں کو آپس میں نپٹ لینے دو۔" وہ غرائے اسکے ساتھ ہی انہوں نے بانکے کی چیخیں سنیں۔

"یہ کیا کر رہے ہو، اس کی کنپٹیوں پر دو ہاتھ رسید کر کے بے ہوش کر دو، ہمیں جلد از جلد صورتِ حال پر قابو پانا ہے۔"

اسی وقت انہوں نے پولیس کی سیٹیوں کی آواز سنی۔

"معلوم ہوتا ہے، اقبال خاں پہنچ گیا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے سیٹیوں کی آواز نے ان سب کو بوکھلا دیا۔ وہ بھاگنے کے لیے پر تولنے ہی لگے تھے کہ انسپکٹر کامران مرزا حرکت میں آ گئے۔

انہوں نے شالی کو جبار بیگ پر دے مارا اور خود آگے بڑھ کر نقاب پوش کی ناک پر ایک بھرپور مکّا مارا۔ اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور اقبال خاں اپنے ماتحتوں کے ساتھ اندر آ گیا۔

"بھئی تم نے بہت دیر لگائی۔"

"آپ کا پیچھا کرتے ہوئے میں یہاں تک پہنچ گیا تھا، لیکن پھر پولیس کو فون کرنے کے لیے کچھ دور واپس جانا پڑا۔"

"خیر کوئی بات نہیں، اب ان لوگوں کو گرفتار کر لو، ابھی جبار بیگ کے گھر سے وہ تمام سونا اور ہیرے بھی حاصل کرنے ہیں۔ وہاں اس کے ملازم بھی موجود ہیں، انہیں بھی گرفتار کرنا ہے۔"

"بہت بہتر!"

"اور ابا جان! اس نقاب پوش کے چہرے سے نقاب بھی تو الٹنا ہے۔"

"میں جانتا ہوں، یہ راتھر ہے، راتھر اینڈ کو کا مالک، اس نے شالی کو ملازم رکھنے کے لیے جان بوجھ کر اشتہار دیا تھا، تاکہ شالی کی نگرانی آسانی سے کر سکے۔"

"اوہ!" شالی بھونچکی رہ گئی۔ شاید یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ نقاب الٹنے پر انسپکٹر کامران مرزا کا خیال درست ثابت ہو گیا۔

Dil Ka Qadar
UrduFanz.com

تھوڑی دیر کے بعد یہ ننھا سا قافلہ شہر کی طرف جا رہا تھا۔

"انکل! آخر اس کیس میں ہمیں کیا حاصل ہوا؟"

"اس کیس میں ہمیں آج تک کچھ حاصل ہوا ہے جو اس کیس میں ہوتا، لیکن میں یہ سوچتا رہا ہوں جن لوگوں کے زیورات چرائے گئے ہیں، انہیں ان کے زیورات کس طرح واپس کیے جائیں گے، زیورات تو سلاخوں میں تبدیل کیے جا چکے ہیں، کہیں زیورات کے مالکان میں آپا دھاپی نہ شروع ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ جوتیوں میں دال نہ بٹنے لگے۔ بندر بانٹ نہ ہونے لگے"۔ آفتاب کہتا چلا گیا۔

"کوئی اور محاورہ رہ گیا ہو تو وہ بھی شامل کر لو جملے میں"۔ آصف نے جل کر کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے

آئندہ ناول کی ایک جھلک

آفتاب، آصف اور

انسپکٹر کامران مرزا سیریز نمبر ۵

ہولناک وبا

مصنف: اشتیاق احمد

- ایک ایسے آدمی کی کہانی، پولیس جس کے گھر کی بار بار تلاشی لے رہی تھی۔
- وہ فریاد لے کر انسپکٹر کامران مرزا کے پاس پہنچ گیا۔
- پولیس کو اس کے گھر میں کس چیز کی تلاش تھی۔
- آفتاب اور آصف کے دوست کے والد حد درجے خوفزدہ تھے۔
- ایک خوفناک آدمی، ج ع م ج کے نام سے پراسرار خط لکھتا تھا۔
- ان کے دوست کے گھر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ۔ آفتاب اور آصف زدوں پر۔

آپ قدم قدم پر چونکیں گے۔

قیمت ۵/۵۰ روپے

Dil Ka chor
UrduFanz.com